RG. E. P. No 861

رجسٹرڈ ای پی نمبر ۸۶۱

جلد ۲ | ۱۴ ظہور ۱۳۳۲ ہش ۳ ذوالحجہ ۱۳۷۲ھ ۱۴ اگست ۱۹۵۳ء | نمبر ۳۰

# مذہبی کتب میں ترمیم و تحریف!

اگرچہ سوائے قرآن کریم کے کسی مذہبی کتاب کو بھی حفاظت کا یقینی مقام حاصل نہیں۔ نہ موجودہ بائیبل یقینی طور پر محفوظ ہے نہ وید اور نہ دوسری مذہبی اور الہامی کتب صرف قرآن کریم کو ہی ایسا مقام اور مرتبہ حاصل کیا ہے کہ اس کے ایک ایک لفظ اور زیر و زبر کو محفوظ بیقین کیا جا سکتا ہے۔ اور مخالفین اسلام نے بھی قرآن کریم کی اس خوبی کا کھلے بندوں اعتراف کیا ہے

لیکن یہ عجیب بات ہے کہ باوجود دوسری مذہبی کتب کے محرف و مبدل ہونے کے خود ان مذاہب کے اہل علم لوگ ان کتب میں مزید کتر و بیونت سے بھی نہیں رُکتے۔

چنانچہ گذشتہ چند ماہ میں بائیبل پر نظر ثانی کر کے اس مقدس کتاب کو نئی اشاعت کا لبادہ امریکہ میں پہنایا گیا ہے۔ اس میں بیسیوں جگہ پرانی بائیبل کے الفاظ میں تبدیلی اور تحریف کو روا رکھا گیا ہے۔ اور اس تحریف کو نئی تحقیق کی روشنی میں کیا جانا جائز اور مناسب سمجھا گیا ہے

اسی قسم کی اطلاع سکھوں کے اخبار شیر پنجاب دہلی مورخہ ۹ اگست ۱۹۵۳ء میں شائع ہوئی ہے کہ سکھوں کی مقدس کتاب "گرنتھ صاحب" میں شرومنی کمیٹی نے ۱۰۴ مقامات پر تبدیلیاں کی ہیں۔ اور ان تبدیلیوں کو موجودہ حالات اور علوم کے مطابق جائز اور مناسب سمجھا گیا ہے

غیر اسلامی مذہبی کتب میں اس قسم کی تبدیلیاں اور تحریفات قرآن کریم کی شان حفاظت کو اور بھی دوبالا کرتی ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے اس وعدہ کا پورا ہونا ظاہر ہوتا ہے کہ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون یعنی ہم نے ہی یہ قرآن بطور ذکر کے نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔

کاش مسلمان قرآن کریم جیسی نعمت کی قدر کریں۔ اور اپنی زندگیوں کو اس کی تعلیمات کے مطابق بنا کر اس کی عملی حفاظت کا بھی نمایاں ثبوت دیں

## لاقانونی حرکات

گذشتہ دنوں کلکتہ میں ٹراموں کے کرایہ کو بڑھانے کے لئے جو ایجی ٹیشن ہوا۔ اس میں ہنگامہ برپا کرنے والوں کی طرف سے جو لاقانونی حرکات ہوئی ہیں۔ وہ یقیناً ہماری آزاد جمہوریت کے خوشنما چہرہ پر ایک سیاہ داغ ہیں۔ اور یہ امر اور بھی زیادہ افسوسناک ہے کہ پارلیمنٹ میں حزب مخالف کے ذمہ دار لیڈروں نے اس لاقانونی اور ہنگامہ آرائی کو جائز قرار دیا۔ اور اس کے ڈیفنس میں بہت کچھ کہا۔

کمیونسٹ پارٹی کے لیڈر تو کسی حد تک آپ کی تائید کرنے میں مجبور بھی سمجھے جا سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ ایسے موقعہ پر تشدد اور لاقانونی حرکات کو جائز سمجھتے ہیں۔ لیکن حزب مخالف کے دوسرے لیڈروں کا ان ہنگاموں کی تائید میں لب کشائی کرنا بہت ہی افسوسناک ہے یہ کہنا کہ چونکہ ملک اور خاص طور پر کلکتہ شہر کی مالی اور اقتصادی حالت بہت ہی گری ہوئی ہے۔ اور اسی وجہ سے ہنگامہ آرائی کرنے والے مجبور تھے اور ان کی شرارت اور لاقانونی حرکات کو دبانے کے لئے گورنمنٹ کو سختی سے کام نہ لینا چاہئے تھا کسی طرح بھی درست نہیں۔ جہاں تک ملک کی مالی اور اقتصادی حالت کا تعلق ہے وہ ان مخصوص حالات کے پیش نظر جن میں سے ہمارا نوزائیدہ آزاد ملک گذر رہا ہے جلد درست نہیں ہو سکتی ابھی ہمارے ملک کا بہت کچھ نجروں کے سہارے پر ہے۔ اور یہ حالت کچھ مزید وقت کے لئے قائم رہے گی۔ پس اس وجہ سے لاقانونی کو جائز قرار دینا۔ اور ایک پر امن شہر کو جنگل کے قانون کے ماتحت لانا کسی طرح بھی جائز نہیں ہو سکتا۔ اور ایسی تحریکات اور حرکات کی حمایت کا سوائے اس کے اور کچھ مطلب نہیں کہ ہماری مالی اور اقتصادی حالت پہلے سے بھی زیادہ گر جائے۔ اور ملک کا انتظام بالکل درہم برہم ہو جائے۔ حزب مخالف کا ایک جمہوری ملک میں یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ حکومت کی بلا سوچے سمجھے اور ملک کے مفاد کو نظر انداز کرتے ہوئے مخالفت کرے بلکہ حزب مخالف کا یہ فرض ہے۔ کہ وہ حکومت اور ملک کی مشکلات کو اپنی مشکلات سمجھے اور جہاں حکومت کے کاموں اور کارگذاریوں پر صالح تنقید کرے وہاں تخریبی عناصر کی بھی مذمت کرے۔ تا کہ ملک آزاد جمہوری طریق پر ترقی اور سربلندی اختیار کرتا چلا جائے۔

## اخبار احمدیہ

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز مع قافلہ ابھی تک سندھ میں تشریف فرما ہیں۔ امید ہے۔ کہ عید الاضحیٰ کے قریب ربوہ میں مراجعت فرما ہوں گے۔

احباب اپنے آقا کی صحت و سلامتی کے لئے خاص طور پر دعائیں فرماتے رہیں!

## نیا اور پرانا کلچر

از جناب پنڈت کشن پرشاد کول صاحب

منقول از "ہماری زبان" علیگڑھ

شری پرشوتم داس ٹنڈن بار بار کہتے ہیں اور کہتے کہتے تھکتے نہیں کہ اگر ہمارے ملک کو متحد اور طاقتور بنانا ہے۔ تو اس دیس کا ایک ہی کلچر اور ایک ہی زبان ہونی چاہیئے۔ زبان ادب اور کلچر کا چولی دامن کا ساتھ ہے ایک کو دوسرے سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس میں تو مجھے ٹنڈن جی سے پورا اتفاق ہے کہ اس ملک کی زبان اور کلچر ایک ہی ہونا چاہیئے۔ دو کی گنجائش نہیں لیکن میرا ان کا جہاں مت بھید ہے وہ یہ ہے کہ وہ اس کی آریائی یا ہندو کلچر اور زبان کو از سر نو تازہ کرنا چاہتے اور اس فضا کی بہار کو دیکھنا چاہتے ہیں جو عرصہ ہوا مرجھا چکی۔ ایک زمانہ تھا کہ آریائی یا ہندو کلچر اپنی پوری بہار پر تھا اور اس کی دیس دیس میں دھوم تھی۔ لیکن وہ زمانہ اب گذر چکا پھر نہیں بلایا جا سکتا۔ یہ شبہ نہیں کہ وہ ہمارے دل و دماغ اور ہمارے تن بدن ہمارے رہن سہن اور ہماری زندگی پر گہرے نقش چھوڑ گیا ہے کہ جو مٹائے نہیں جا سکتے۔ اس کا اثر باقی رہنا لازمی اور لابدی ہے۔ لیکن جو فضا گذر چکی جس بہار کو خزاں کی ہوا نے مرجھا دیا وہ اب از سر نو تازہ نہیں کی جا سکتی۔ پراچین آریہ ورت کی سبھیتا جس کا زمانہ بیت چکا اب از سر نو تازہ اور جلائی نہیں جا سکتی۔ گو اس کا اثر ہمارے رگ و پے میں پیوست ہے۔ پراچین آریہ ورت کا کلچر کیا تھا۔ اس کے سمجھنے میں بھی بڑی بھول ہو رہی ہے۔ اس کا مختصر سا حوالہ یہاں دینا لازمی ہے۔

دو نسل ہوئے ایک نامور بزرگ نے جو اپنے زمانے کے اس ملک میں بڑے مفکر اور خادم مانے جاتے تھے ایک موقعہ پر کہا تھا کہ بنی اسرائیل کے مصر سے نکلوائے جانے، فلسطین میں مقید رہنے کے بعد رہا کئے جانے اور وطن کی آب و ہوا میں پھر ایک دفعہ نشو و نما کے موقع ملنے میں مشیت ایزدی کا شائبہ تھا۔ یاد رہے کہ بنی اسرائیل بالآخر طول و عرض عالم میں اس کے بعد منتشر ہو گئے۔ اور اب صدیوں بعد اپنا وطن بسا رہے ہیں۔ اگر اس میں مشیت ایزدی کا شائبہ نظر نہیں آتا ہے۔ تو کیا ایک کروڑوں کی قوم کا اقبال و زوال کی سب منزلیں طے کرنے کے بعد پھر ایک مرتبہ زندگی اور ترقی کے ارمان ظاہر کرنا اور آزادی و اقبال کی طرف قدم بڑھانا معجزہ سے کچھ کم ہے۔ اقبال نے کہا ہے:۔

یونان و مصر و روما سب مٹ گئے جہاں سے
اب تک مگر ہے باقی نام و نشاں ہمارا
کچھ بات ہے کہ ہستی مٹتی نہیں ہماری
صدیوں رہا ہے دشمن دورِ زماں ہمارا

### رواداری کا کرشمہ

غور کا مقام ہے کہ پرانی تہذیبیں پرانی سلطنتیں ایک ایک کر کے ابھریں اور پھر مٹ گئیں لیکن ہندوستان کا تہذیب و تمدن آج مٹا نہیں بلکہ چار ہزار برس سے جیتا جاگتا زندگی اور ترقی کی منزلیں طے کرتا رہا اور عروج و اقبال کی طرف قدم بڑھا رہا ہے۔ یہ کیا معجزہ ہے؟ اس میں کیا راز پنہاں ہے؟ یہ سوچنے اور سمجھنے کی بات ہے۔ بات یہ ہے کہ ہماری پرانی سبھیتا کا تمت ہمارے پرانے کلچر اور تہذیب کا عنصر اول اور خاصہ یعنی جزو اعظم جذبۂ رواداری تھا اور اب بھی ہے اس دیس میں یوں

(باقی صفحہ ۱۲ کالم ۱)

بھائی عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔

# حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی اسلامی خدمات

از جناب ملک صلاح الدین صاحب ایم۔ اے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بانیٔ سلسلہ احمدیہ پر کوتاہ فہم معترض یہ اعتراض کرتے ہیں کہ آپ معاذ اللہ اتباعِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قائل نہیں اور اپنے تئیں حضور صلعم۔ سے افضل قرار دیتے ہیں۔ مغربی پاکستان کے حالیہ فتنہ میں اعداءِ احمدیت نے اس امر کو پراپیگنڈا کا ذریعہ بنایا کہ احمدی ختم نبوت کے قائل نہیں اور ایک نام نہاد مجلس تحفظ ختم نبوت بھی کھڑی کی گئی۔ حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کی تصنیف کی غرض و غایت ہی تحفظ عزت و ناموسِ اسلام تھی۔ سب سے پہلی تصنیف آپؑ کی براہین احمدیہ تھی جو محض اسلام و قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مخالفین کے اعتراضات کی تردید میں لکھی گئی تھی اور مخالفین اسلام کو دس ہزار روپیہ کا چیلنج دیا گیا تھا۔ حضورؑ نے متعدد کتب و اشتہارات غیر مسلموں کے لئے لکھے۔ ہزارہا پادریوں۔ پنڈتوں وغیرہ کو لٹریچر بھجوایا۔ چیلنج بھجوائے۔ ڈپٹی عبد اللہ آتھم عیسائی سے پندرہ روز امرتسر میں مباحثہ ہؤا۔ جس میں عیسائیت کو شکستِ فاش ہوئی اور حضورؑ کی پیشگوئی کے مطابق وہ موت سے ہمکنار ہؤا۔ دلائل و براہین کا وزن اس امر سے معلوم ہوتا ہے کہ دشمنانِ اسلام اس یلغار بے پناہ سے تلملا اٹھے۔ بائیبل کی جن آیات پر حضورؑ نے اعتراضات کئے تھے۔ نئے ایڈیشن میں ان کو خارج کرا دیا گیا۔ ایک ہندو مذہب کے پیرو نے اس امر پر مباحثہ کیا کہ الہام کوئی چیز نہیں۔ اور بالآخر خود مدعیٔ الہام ہو گیا۔ بانیٔ آریہ سماج پنڈت دیانند صاحب سرسوتی کے دلائل کی کمزوری خود ان کے رفقاء نے محسوس کی۔ ہوشیارپور میں مایۂ ناز مناظر ماسٹر مرلی دھر صاحب سے مناظرہ ہؤا۔ تو وہ نذر لنگ کر کے میدانِ مناظرہ سے بھاگ گئے اور ان کے ہم مذہبوں نے اس پر شہادت دی۔ آپ کی یہ یلغار صرف ہندوستان تک ہی محدود نہ تھی۔ بلکہ یورپ بھی اس کی لپیٹ میں تھا۔ انگلستان میں مدعی نبوت پگٹ اور امریکہ میں ڈاکٹر ڈوئی اس طرح عبرتناک طور پر تباہ ہوئے۔ کہ حضورؑ کی قوت کا پورا اندازہ محسوس کیا گیا۔ اس زمانہ کے اخبارات اس پر شاہد ہیں۔ خود مسلمان بھی آپ کی قوت و شوکت کو تسلیم کرتے تھے! اہلحدیث فرقہ کے لیڈر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں حضورؑ کی کتاب براہین احمدیہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ آپ جیسی مالی۔ جانی۔ قلمی۔ لسانی۔ حالی اور قالی خدمتِ اسلام کسی شخص نے تیرہ سو سال میں نہیں کی۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری تحریر کرتے ہیں کہ جوانی کی عمر میں وہ حضرت مرزا صاحب کی زیارت کے لئے پا پیادہ قادیان گئے۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب نے تو علیگڑھ میں ۱۹۱۹ء میں بھی اپنے ایک لیکچر میں کہہ دیا کہ

"میری رائے میں قومی سیرت کا وہ اسلوب جس کا سایہ عالمگیر کی ذات نے ڈالا ہے ٹھیٹھ اسلامی سیرت کا نمونہ ہے۔ اور یہ ہماری تعلیم کا مقصد ہونا چاہیئے۔ کہ اس نمونہ کو ترقی دی جائے۔ اور مسلمان ہر وقت اپنے پیشِ نظر رکھیں۔ پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اس جماعت کی شکل میں ظاہر ہؤا ہے جسے فرقہ قادیانی کہتے ہیں"

(ملّتِ بیضاء پر ایک عمرانی نظر)

انجمن حمایت اسلام اس وقت بہت ہی اہمیت رکھتی تھی ان کو اسلام کے متعلق کچھ اعتراضات موصول ہوئے تو انجمن نے جواب کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ارسال کئے۔

ان امور کی تفصیل سے قطع نظر اس مضمون میں یہ ذکر کرتا ہوں کہ حضورؑ کی وحی میں اس بارہ میں کیا کچھ ذکر موجود ہے۔

(۱) آپؑ اپنے زمانہ تحصیل علم کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"اور اوائل ایام جوانی میں ایک رات میں نے (رویا میں) دیکھا کہ میں ایک عالیشان مکان میں ہوں جو نہایت پاک اور صاف ہے اور اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اور چرچا ہو رہا ہے۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ حضورؐ کہاں پر تشریف فرما ہیں۔ انہوں نے مجھے (اس مکان کے) ایک کمرہ کا پتہ دیا۔ میں اس کے اندر چلا گیا۔ اور جب میں حضورؐ کی خدمت میں پہنچا۔ تو حضورؐ بہت خوش ہوئے۔ اور آپؐ نے مجھے بہتر طور پر سلام کا جواب دیا۔ جیسا کہ میں نے سلام عرض کیا تھا۔ آپؐ کا حُسن و جمال اور ملاحت اور مجھ پر آپؐ کی پُر شفقت و محبت نگاہ مجھے اب تک یاد ہے۔ اور وہ مجھے کبھی بھول نہیں سکتی۔ آپؐ کی محبت نے مجھے فریفتہ کر لیا اور آپؐ کے حسین و جمیل چہرہ نے مجھے اپنا گرویدہ بنا لیا"

(تذکرہ صفحہ ۲۰۱۔ ترجمہ از مرتب کتاب)

(۲) ۱۸۸۰ء حضورؑ رقم فرماتے ہیں:۔

"ایک مرتبہ میں سخت بیمار ہؤا یہاں تک کہ تین مختلف وقتوں میں میرے وارثوں نے میرا آخری وقت سمجھ کر مسنون طریقہ پر مجھے تین مرتبہ سورۂ یاسین سنائی۔ جب تیسری مرتبہ سورہ یٰسین سنائی گئی تو میں دیکھتا تھا کہ بعض عزیز میرے جو اب وہ دنیا سے گذر بھی گئے دیواروں کے پیچھے بے اختیار روتے تھے اور مجھے ایک قسم کا سخت قولنج تھا۔ اور بار بار دمبدم حاجت ہو کر خون آتا تھا۔ سولہ دن برابر ایسی حالت رہی۔ اور اسی بیماری میں میرے ساتھ ایک اور شخص بیمار ہؤا تھا۔ وہ آٹھویں دن راہیٔ ملک بقا ہو گیا۔ حالانکہ اس کے مرض کی شدت ایسی نہ تھی جیسی میری۔ جب بیماری کو سولہواں دن چڑھا تو اس دن بکلی حالاتِ یاس ظاہر ہو کر تیسری مرتبہ مجھے سورۂ یٰسین سنائی گئی اور تمام عزیزوں کے دل میں یہ پختہ یقین تھا کہ آج شام تک یہ قبر میں ہوگا۔ تب ایسا ہؤا کہ جس طرح خدا تعالیٰ نے مصائب سے نجات پانے کے لئے بعض اپنے نبیوں کو دعائیں سکھلائی تھیں مجھے بھی خدا نے الہام کر کے ایک دعا سکھلائی اور وہ یہ ہے سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔ اللھم صلّ علیٰ محمد و آل محمد۔ اور میرے دل میں خدا تعالیٰ نے یہ الہام کیا کہ دریا کے پانی میں جس کے ساتھ ریت بھی ہو ہاتھ ڈال اور یہ کلمات طیبہ پڑھ اور اپنے سینہ اور پشتِ سینہ اور دونوں ہاتھوں اور منہ پر اس کو پھیر کہ اس سے تو شفا پائے گا۔ چنانچہ جلدی سے دریا کا پانی مع ریت منگوایا گیا اور میں نے اسی طرح عمل کرنا شروع کیا جیسا کہ مجھے تعلیم دی تھی۔ اور اس وقت حالت یہ تھی کہ میرے ایک ایک بال سے آگ نکلتی تھی۔ اور تمام بدن میں دردناک جلن تھی اور بے اختیار طبیعت اس بات کی طرف مائل تھی کہ اگر موت بھی ہو تو بہتر تا اس حالت سے نجات ہو۔ مگر جب وہ عمل شروع کیا تو مجھے اس خدا کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ ہر ایک دفعہ ان کلمات طیبہ کے پڑھنے اور پانی کو بدن پر پھیرنے سے میں محسوس کرتا تھا کہ وہ آگ اندر سے نکلتی جاتی ہے۔ اور بجائے اس کے ٹھنڈک اور آرام پیدا ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ ابھی اس پیالہ کا پانی ختم نہ ہؤا تھا کہ میں نے دیکھا کہ بیماری بکلی مجھے چھوڑ گئی اور میں سولہ دن کے بعد رات کو تندرستی کے خواب سے سویا۔ جب صبح ہوئی تو مجھے یہ الہام ہؤا۔ وان کنتم فی ریب مما نزلنا علیٰ عبدنا فأتوا بشفاءٍ من مثلہ یعنی اگر تمہیں اس نشان میں شک ہے جو شفا دے کر ہم نے دکھلایا تو تم اس کی نظیر کوئی اور شفا پیش کرو"

(تذکرہ صفحہ $\frac{۳۱، ۳۲}{۲۴۴، ۲۶۵}$)

یہ الہام ۱۸۹۳ء میں بھی ہؤا۔ وہاں وصلِّ سے شروع ہوتا ہے (صفحہ ۲۳۴)

(۳) ۱۸۸۲ء "وکُن من الصالحین الصدیقین وأمر بالمعروف وانہ عن المنکر وصلّ علیٰ محمد وآل محمد۔ الصلوٰۃ ھو المربّی" (تذکرہ صفحہ ۵)

(ترجمہ) اور صالح اور راستباز لوگوں میں سے ہو اور لوگوں کو نیک باتوں کی طرف بلا اور بری باتوں سے روک اور محمدؐ پر اور محمدؐ کی آل پر درود بھیج۔ درود ہی تربیت کا ذریعہ ہے۔

(۴) ۱۸۸۳ء، ۱۸۹۶ء میں الہام ہؤا۔ صلّ علیٰ محمدٍ وآل محمدٍ سید ولد آدم و خاتم النبیین۔

"درود بھیج محمدؐ اور آل محمدؐ پر جو سردار ہے آدم کے بیٹوں کا اور خاتم الانبیاء ہے صلی اللہ علیہ وسلم"۔

یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ سب مراتب اور تفضلات اور عنایات اس کے طفیل سے ہیں اور اس سے محبت کرنے کا یہ صلہ ہے ...۔ اور ایسا ہی

(باقی صفحہ ۳ کالم ۳ دیکھو)

## ضروری تصحیح

گذشتہ پرچہ میں قادیان میں ذکرِ حبیب کی مجالس کے زیرِ عنوان جو مضمون شائع ہؤا ہے۔ اس میں مارٹن کلارک والے مقدمہ میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب کا نام ڈگلس ینگ لکھا گیا ہے۔ یہ درست نہیں۔ ان کا نام کپتان ڈگلس تھا۔

## خطبہ جمعہ

# بیرونی ممالک میں مساجد کی تعمیر اسلام کی تبلیغ کا ایک نہایت مؤثر اور کامیاب ذریعہ ہے

## ہم پر اسلام کی اشاعت کی جو بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے اسے ہر وقت سامنے رکھو اور تعمیر مساجد کی تحریک کو کامیاب بنانے کیلئے پوری جد و جہد کرو

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۱۰ر جولائی ۱۹۵۳ء بمقام ناصر آباد سندھ

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جب

### زکوٰۃ کے احکام

نازل ہوئے تو آپ نے ایک شخص کے پاس جو مالدار تھا۔ اپنا نمائندہ روانہ کیا۔ تاکہ وہ اس سے زکوٰۃ وصول کرے۔ جب وہ نمائندہ اس شخص کے پاس پہنچا تو بجائے اس کے کہ وہ زکوٰۃ ادا کرتا اس نے کہا کیا ہمارے اپنے خرچ تھوڑے ہوتے ہیں؟ ہم پر اتنے بوجھ پڑے ہوئے ہیں اور یہ اٹھتے ہیں تو کہتے ہیں چندے دو اور زکوٰۃ دو۔ ان کو چندے اور زکوٰۃ لینے کی ہی پڑی رہتی ہے۔ اور ہمارے بوجھ اور ذمہ داریوں کا خیال نہیں ہوتا۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ آئندہ اس شخص سے زکوٰۃ وصول نہ کی جائے۔ اس شخص کے دل میں

### ایک حد تک ایمان

پایا جاتا تھا۔ کہنے کو تو اس نے یہ بات کہہ دی۔ لیکن چونکہ اس کے دل میں ایمان تھا بعد میں اسے خیال پیدا ہوا کہ میں نے غلطی کی ہے۔ اور خدا تعالےٰ کا حق میں نے ادا نہیں کیا۔ چنانچہ وہ جلدی جلدی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس نے کہا

### یا رسول اللہ

مجھ سے غلطی ہو گئی تھی۔ میں زکوٰۃ لایا ہوں۔ اب مجھ سے زکوٰۃ لے لی جائے۔ آپ نے فرمایا اب نہیں۔ کیونکہ ہم نے حکم دے دیا ہے کہ تم سے زکوٰۃ وصول نہ کی جائے۔ اگر وہ آجکل کے لوگوں کی طرح ہوتا تو شاید خوش ہوتا کہ چلو جھگڑا ختم ہو گیا۔ مگر باوجود اس کے کہ وہ ضعیف الایمان تھا۔ آجکل کے ایمانداروں سے وہ زیادہ ایماندار تھا۔ چنانچہ اس انکار سے وہ خوش نہیں ہوا کہ چلو چھٹی ہو گئی۔ مگر اس کے دل کو صدمہ پہنچا۔ اور اس نے سمجھا کہ مجھ سے زکوٰۃ لینے سے جو انکار کیا گیا ہے۔ یہ میرے لئے سزا ہے۔ اس نے ہمیں اور وہ

### افسوس اور ندامت کا اظہار

کرتا رہا۔ مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے زکوٰۃ وصول نہیں کی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد وہ حضرت ابوبکر رضؓ کے زمانہ خلافت میں پھر زکوٰۃ لے کر آپ کی خدمت میں پہنچا . . . . . . . . .

حاضر ہوا۔ مگر حضرت ابوبکر رضؓ نے فرمایا جس سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ وصول نہیں کی۔ اس سے میں بھی زکوٰۃ وصول نہیں کر سکتا۔ اور وہ روتا ہوا واپس چلا گیا۔ غرض انسان

### مختلف نقطہ ہائے نگاہ سے

اپنے حالات کو دیکھتا ہے۔ کئی غریب لوگ ہوتے ہیں جنہیں دین کی خدمت کا موقع ملے تو وہ اتنے خوش ہوتے ہیں کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ انہیں کوئی بہت بڑی دولت مل گئی ہے۔ اور کئی آسودہ حال لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی جان نکلتی ہے اور دین کی خدمت کے لئے اپنا روپیہ خرچ کرنے اور اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے سے وہ اس طرح بھاگتے ہیں۔ جس طرح دیوانہ کتے سے انسان بھاگتا ہے۔ یہاں سندھ میں بھی میں نے دیکھا ہے۔ کنری اور بعض دوسرے مقامات پر جو احمدی دوست موجود ہیں۔ وہ الا ماشاء اللہ قریباً سب کے سب ایسے ہیں۔ جو ہجرت سے پہلے مالی لحاظ سے مختلف قسم کی مشکلات میں مبتلا تھے۔ مگر ہجرت کے بعد ان کی مالی حالت اچھی ہو گئی۔ یا ہجرت سے پہلے ان کی کوئی تجارت نہیں تھی۔ یا اگر تجارت تھی۔ تو اس میں نقصان ہی نقصان ہوا کرتا تھا۔ مگر کنری میں آئے۔ تو انہیں دوکانیں بھی مل گئیں۔ زمینیں بھی مل گئیں۔ اور ان کی تجارتیں کامیاب طور پر چل نکلیں۔ یا اگر پہلے ان کے پاس کوئی زمین نہیں تھی۔ تو یہاں سلسلہ کی اسٹیٹس پر مزارعین کرا انہوں نے زمینیں خرید لیں۔ لیکن باوجود اس کے کہ یہاں کے لوگوں کی مالی حالت پہلے سے نسبت زیادہ اچھی ہے۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں ان لوگوں میں اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کا احساس بہت کم ہے۔ مثلاً گذشتہ سال میں نے

### مختلف ممالک میں مساجد

تعمیر کرنے کے لئے جماعت میں ایک تحریک کی اور میں نے کہا کہ وہ زمیندار جن کی زمین دس ایکڑ سے کم ہے۔ وہ ایک آنہ فی ایکڑ کے حساب سے اور جن کے پاس اس سے زیادہ زمین ہے اور وہ دو آنے فی ایکڑ کے حساب سے

### مسجد فنڈ میں چندہ

دیں۔ اسی طرح وہ مزارع جن کے پاس دس ایکڑ سے کم مزارعت ہے وہ دو پیسے فی ایکڑ کے حساب سے اور اس سے زائد مزارعت والے ایک آنہ فی ایکڑ کے حساب سے ادا کریں۔ اسی طرح تاجروں کے متعلق میں نے کہا۔ کہ جو بڑے تاجر ہیں۔ مثلاً منڈیوں کے آڑھتی ہیں یا کمپنیوں اور کارخانہ والے ہیں۔ وہ ہر مہینہ کے پہلے دن کے پہلے سودے کا منافع مسجد فنڈ میں دیا کریں اور جو چھوٹے تاجر ہیں۔ وہ ہر ہفتہ کے پہلے دن کے پہلے سودے کا منافع مسجد فنڈ میں دیا کریں (یہ تمام تفصیل ۱۶ر مئی ۱۹۵۲ء کے خطبہ میں درج ہیں جو الفضل ۳ر جون ۵۲ء میں شائع ہو چکا ہے) لیکن جہاں تک میرا علم ہے۔ شاید ہی اس علاقہ میں کسی نے اس تحریک میں حصہ لیا ہو۔ انچی سر روڈ کے احمدی تاجروں نے لکھا ہے کہ وہ اس پر عمل کر رہے ہیں تحقیق بعد میں ہوگی یا اگر کسی نے حصہ لیا ہے تو میرے سامنے اس کی مثال نہیں آئی۔ اور دوں کو جانے دو۔ یہاں جو مالک زمیندار ہیں۔ ان کی طرف سے بھی اس تحریک میں کوئی حصہ نہیں لیا گیا۔ جہاں تک

### میری ذات کا سوال

ہے میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ اس بارہ میں مجھ پر کوئی الزام نہیں۔ کیونکہ میں نے اپنے دفتر کے انچارج کو اس طرف متواتر توجہ دلائی ہے۔ مگر باوجود اس کے حقیقت یہی ہے کہ یہ چندہ میری طرف سے بھی ادا نہیں ہوا (میرے اس خطبہ کے بعد میرے دفتر کے انچارج نے چندہ ادا کر دیا) اور خود انجمن کی طرف سے بھی ادا نہیں ہوا۔ اس طرح جو احمدی مزارع ہیں۔ انہوں نے بھی اس تحریک کی طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ گویا جہاں تک میرا علم ہے۔ سندھ کے زمینداروں کا اس تحریک میں قریباً صفر حصہ ہے۔ یہی حال تاجروں کا ہے۔ کنری میں بھی اور حیدرآباد میں بھی ہمارے احمدی تاجر پائے جاتے ہیں۔ مگر انہوں نے بھی غفلت سے کام لیا ہے۔ اور اس چندہ کی اہمیت کو نہیں سمجھا۔ یہ چیز یا تو اس لئے پیدا ہوتی ہے۔ کہ انسان کے پاس جوں جوں پیسے آتے جاتے ہیں۔ وہ سست اور غافل ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور یا پھر اس لئے پیدا ہوتی ہے کہ بعض لوگ اپنے آپ کو چودھری سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ اور خیال کرتے ہیں کہ جتنے حکم ہیں۔ وہ دوسروں کے لئے ہیں۔ ہمارے لئے نہیں۔

### حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالےٰ عنہ

کی عادت تھی۔ کہ آپ اپنے اوقات کا اکثر حصہ باہر ہی گذارتے تھے۔ یہ میری عادت نہیں۔ اور نہ ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسا کرتے تھے۔ بہرحال چونکہ آپ زیادہ تر باہر ہی تشریف رکھتے تھے۔ اس لئے جب آپ کی طبیعت علیل ہوتی۔ تو چونکہ بیمار آدمی بعض دفعہ دوسروں کی موجودگی کی وجہ سے تکلیف محسوس کرتا ہے۔ اس لئے آپ بیٹھے بیٹھے تھک جاتے۔ تو آپ فرماتے کہ اب لوگ چلے جائیں۔ اگر اس وقت بیس پچیس آدمی آپ کے پاس ہوتے تو یہ بات سن کر بارہ تیرہ آدمی چلے جاتے اور آٹھ دس بیٹھے رہتے۔ آپ پانچ سات منٹ انتظار فرماتے۔ اور پھر دوبارہ فرماتے کہ اب لوگ چلے جائیں۔ مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔ اس

عرصہ میں دو چار اور نئے آدمی

## آپ کی مجلس میں

آکر بیٹھ جاتے تھے۔ آپؐ کی یہ بات سن کر چھ سات اور چپکے جاتے۔ اور چار پانچ پھر بھی بیٹھے رہتے۔ اس پر آپ پانچ دس منٹ اور انتظار فرماتے۔ اور پھر فرماتے کہ اب چودھری چلے جائیں۔ یعنی میں دو دفعہ ایک بات کہہ چکا ہوں مگر ہر دفعہ کہنے کے بعد کچھ لوگ بیٹھے رہتے ہیں۔ جو سمجھتے ہیں۔ کہ یہ حکم ہمارے لئے نہیں دوسروں کے لئے ہے۔ گویا وہ اپنے آپ کو چودھری سمجھتے ہیں۔ اس لئے آپ فرماتے۔ کہ اب

## چودھری بھی چلے جائیں

تو کچھ لوگ دنیا میں ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنے آپ کو چودھری سمجھتے ہیں۔ وہ خیال کرتے ہیں۔ کہ وہ تمام احکام دوسروں کے لئے ہیں۔ ان کے لئے نہیں۔ جب کہا جائے چپ ہو جاؤ۔ تو وہ سمجھتے ہیں کہ یہ اوروں کے لئے حکم ہے۔ ہمارے لئے نہیں جب کہا جائے۔ چندہ دو۔ تو وہ سمجھتے ہیں۔ یہ دوسروں کو چندہ دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ ہمیں چندہ دینے کا حکم نہیں دیا گیا۔ جب کہا جائے۔ احمدیت پر جو اعتراضات ہوتے ہیں۔ ان کے جوابات دو۔ اور لوگوں کے بغض اور کینہ کو دور کرنے کی کوشش کرو۔ تو وہ سمجھتے ہیں۔ کہ یہ حکم بھی دوسروں کے لئے ہے۔ ہمارے لئے نہیں۔ پس اس

## غفلت اور جمود کی ایک وجہ

تو یہ ہے۔ کہ بعض لوگ مغرور ہو جاتے ہیں۔ اور جتنا جتنا پیسہ انہیں ملتا جاتا ہے۔ اتنا ہی وہ اپنے آپ کو خدائی احکام سے آزاد سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جو حکم بھی دیا جائے۔ اس کے متعلق وہ سمجھتے ہیں۔ کہ یہ دوسروں کے لئے ہے ہمارے لئے نہیں۔

اس مسجد میں اس وقت دو اڑھائی سو آدمی موجود ہے۔ اگر مجھے پیاس لگے۔ تو معقول بات تو یہ ہوگی۔ کہ میں کسی شخص کو مخاطب کر کے کہوں۔ کہ میرے لئے پانی لاؤ۔ لیکن اگر میں کسی کو مخاطب نہیں کرتا۔ اور صرف اتنا کہہ دیتا ہوں کہ کوئی شخص پانی لائے۔ تو دو چار سو آدمیوں سے بعض دفعہ صرف ایک شخص اُٹھے گا۔ اور بعض دفعہ ایک بھی نہیں اُٹھے گا۔ اور ہر شخص یہ خیال کرے گا۔ کہ یہ بات دوسروں سے کہی گئی ہے۔ مجھے نہیں کہی گئی۔ گویا وہ سب اپنے آپ کو چودھری سمجھنے لگ جائیں گے۔ اور صرف ایک شخص ایسا ہوگا جو اپنے آپ کو اس حکم کا مخاطب سمجھے گا۔ اور بعض دفعہ ایک شخص بھی ایسا نہیں ہوگا۔

## اس میں کوئی شبہ نہیں

کہ اگر خطیب ایسا فقرہ بولتا ہے۔ تو اس کا یہ منشا نہیں ہوتا کہ ساری مجلس اُٹھ کر چلی جائے۔ اور وہ اکیلا مسجد میں رہے۔ اور نہ اس فقرہ کو کلی طور پر صحیح قرار دیا جا سکتا ہے۔ حقیقتاً اسے کسی ایک شخص کو مخاطب کرنا چاہیئے اور بجائے مبہم فقرہ استعمال کرنے کے اسے کسی معین شخص کو کہنا چاہیئے۔ کہ وہ جائے اور پانی لائے لیکن اگر وہ غلطی سے ایسا نہیں کرتا۔ تو پھر اس فقرہ کا ہر شخص مخاطب ہوگا اور ہر شخص کا فرض ہوگا۔ کہ وہ اُٹھے اور پانی لائے۔ ہاں اگر انہیں تسلی ہو جائے۔ کہ کوئی ایک شخص پانی لانے کے لئے چلا گیا ہے۔ تو پھر باقی لوگ بیٹھ سکتے ہیں۔ لیکن جب تک یہ اطمینان نہ ہو۔ ہر شخص اس کا مخاطب ہوگا۔ اور ہر شخص کا فرض ہوگا۔ کہ وہ اس کے مطابق عمل کرے۔

غرض چودھریت والا احساس کہ ہم مخاطب نہیں۔ دوسرے لوگ مخاطب ہیں۔ ہمیشہ انسان کو نیکی سے محروم کر دیتا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن مسجد میں تقریر فرما رہے تھے۔ کہ بعض لوگ آئے۔ اور کناروں پر کھڑے ہو کر تقریر سننے لگ گئے۔ ان کے بعد جو اور لوگ آئے۔ وہ ان کھڑے ہونے والوں کی وجہ سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سن نہیں سکتے تھے۔ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا۔ کہ بعض لوگ بعض دوسروں کو تقریر سننے سے محروم کر رہے ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ جب آپؐ نے فرمایا۔ بیٹھ جاؤ تو اس سے مراد وہی لوگ تھے۔ جو آپؐ کے سامنے کھڑے تھے۔ مگر چونکہ آپ نے بلند آواز سے یہ بات کہی۔ آپ کی آواز باہر بھی پہنچ گئی۔

## حضرت عبداللہ بن مسعودؓ

اس وقت تقریر سننے کے لئے آ رہے تھے۔ اور ابھی آپ مسجد کے باہر ہی تھے۔ کہ یہ آواز ان کے کانوں میں پہنچ گئی۔ جب انہوں نے سنا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم یہ فرما رہے ہیں۔ کہ بیٹھ جاؤ۔ تو وہ اسی جگہ بیٹھ گئے۔ اور بچوں کی طرح گھسٹتے ہوئے انہوں نے مسجد کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ کوئی اور شخص پیچھے سے آیا۔ تو اس نے کہا۔ عبداللہ بن مسعود تم یہ کیا بچوں والی حرکت کر رہے ہو۔ انہوں نے کہا۔ ابھی

## رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز

میرے کانوں میں آئی تھی۔ کہ بیٹھ جاؤ۔ اس لئے میں یہیں بیٹھ گیا۔ اس نے کہا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو دیکھا۔ انہوں نے ان لوگوں کو فرمایا ہوگا۔ جو آپ کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ اس لئے آپ اس حکم کے مخاطب نہیں ہو سکتے۔ انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہی لوگوں کو فرمایا ہے۔ کہ بیٹھ جاؤ۔ مگر زندگی کا اعتبار نہیں میں نے سمجھا کہ اگر اس جگہ پہنچنے سے پہلے پہلے میری جان نکل گئی۔ اور اللہ تعالےٰ نے کہا۔ کہ ایک حکم رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تم نے نہیں مانا تو میں اس کا کیا جواب دوں گا اس لئے خواہ یہ حکم میرے لئے نہ ہو۔ میں نے سمجھا کہ جب یہ آواز میرے کان میں پڑ گئی ہے۔ تو اب میرا فرض ہے کہ میں اس پر عمل کروں۔ اسی طرح ایک دفعہ صحابہؓ بیٹھے تھے۔ اور شراب پی رہے تھے۔ اس وقت تک ابھی شراب کی مناہی کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ کوئی شادی تھی۔ جس کی خوشی میں شرابیں پی جا رہی تھیں۔ اور گانے گائے جا رہے تھے۔ کہ اتنے میں شراب کی حرمت کا حکم نازل ہو گیا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا۔

## عام طریق

یہی تھا۔ کہ جب آپ پر کوئی نیا حکم نازل ہوتا۔ تو آپؐ مسجد میں تشریف لاتے اور ذکر فرماتے۔ کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے پھر جو لوگ وہاں موجود ہوتے۔ وہ آپؐ سے سن کر آگے دوسرے لوگوں میں بات پھیلا دیتے اور اس طرح سب میں مشہور ہو جاتی۔ اس دن آپ مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے شراب کو حرام قرار دے دیا ہے۔ جو لوگ مجلس میں موجود تھے۔ وہ یہ سنتے ہی بھاگ کھڑے ہوئے اور جس گلی کوچہ میں گذرتے یہ اعلان کرتے جاتے کہ شراب حرام ہو گئی ہے۔ جب اعلان کرنے والا اس گلی میں سے گذرا جہاں لوگ دعوت کھا رہے اور شرابیں پی رہے تھے۔ اور وہ ایک مٹکا ختم کر چکے تھے۔ اور دوسرا مٹکا شروع کرنے والے تھے۔ یہاں تک کہ بعض لوگ مخمور ہو چکے تھے۔ اور بعض مخمور ہونے کے قریب تھے۔ تو اس نے وہاں بھی اعلان کیا۔ کہ خدا تعالےٰ نے آج سے شراب حرام کر دی ہے۔ جب یہ آواز ان کے کانوں میں پڑی۔ تو ایک صحابیؓ نے دوسرے سے کہا۔ کہ ذرا اُٹھ کر اس شخص سے پوچھو تو سہی کہ کیا بات ہے۔ اور کیا واقعہ میں شراب حرام ہو گئی ہے۔ جس شخص سے یہ بات کہی گئی تھی۔ اس نے بجائے اعلان کرنے والے سے دریافت کرنے کے سونٹا اُٹھایا۔ اور زور سے شراب والے مٹکے پر مار کر اُسے توڑ دیا۔ اور کہا پہلے میں شراب کا مٹکا توڑ دوں گا۔ اور پھر اس سے پوچھوں گا۔ کہ کیا حکم ہے یعنی جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام سے ایک بات بیان کی جا رہی ہے۔ تو ہمارا فرض ہے کہ پہلے اس پر عمل کریں۔ پھر اگر تحقیقات کرنا چاہیں۔ تو بے شک تحقیقات کریں۔ غرض زندہ قوموں کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ اس کے افراد کے اندر اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہو۔ ہم نے ساری دنیا میں تبلیغ اسلام کرنی ہے۔ اور جہاں ہم تبلیغ اسلام کریں گے وہاں لازماً مساجد بھی بنانی پڑیں گی۔ اور اسلام کے نشانات بھی قائم کئے جائیں گے۔ اور یہ کام ہماری جماعت کے افراد نے ہی کرنا ہے۔ اس لئے سب کا فرض ہے۔ کہ خواہ وہ امیر ہوں یا غریب اس ذمہ داری کی ادائیگی کے لئے اپنے آپ کو ہر وقت تیار رکھیں۔ لیکن اگر ہر شخص چودھری بن جائے۔ اور یہ کہے کہ یہ کام دوسروں نے ہی کرنا ہے میں نے نہیں کرنا۔ تو یہ کام کس طرح ہوگا۔ پس اپنے اندر قربانی کا مادہ پیدا کرو۔ اور اپنی

## ذمہ داریوں کا احساس

ہر وقت زندہ رکھو۔ مسلمان صرف چھ سات سو تھے جب ان کی قربانیوں سے ساری دنیا گونج اُٹھی تھی یا کم از کم عرب کا علاقہ گونج گیا تھا۔ اور جب وہ ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں ہو گئے۔ تو ساری دنیا ان کی قربانیوں سے گونج اُٹھی۔ تو اب تو ساٹھ کروڑ مسلمان ہے۔ لیکن دنیا پھر بھی اسلام سے ناواقف ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ آج ہر شخص یہ سمجھتا ہے۔ کہ اسلام کی اشاعت کی ذمہ داری دوسروں پر ہے۔ اس پر نہیں۔ لیکن جب وہ ہزاروں یا لاکھوں کی تعداد میں تھے۔ تو ہر فرد کے دل میں یہ احساس تھا۔ کہ اسلام کو میں نے ہی پھیلانا ہے۔ یہی حال آج ہماری جماعت کا ہے ہماری جماعت کی تعداد تھوڑی ہے۔ لیکن اسلام کی اشاعت کی ذمہ داری اس نے اپنے اوپر عائد کی ہوئی ہے۔ اور اسلام کی اشاعت یا مبلغوں کے ذریعہ ہوگی یا مساجد کے ذریعہ ہوگی

## غیر ممالک میں مساجد

کے پاس سے جب بھی گذرنے والے گذریں گے سوال کریں گے کہ یہ کیا عمارت ہے۔ اس پر لوگ انہیں بتائیں گے۔ کہ یہ مسجد ہے۔ وہ پوچھیں گے۔ کہ مسجد کیا چیز ہوتی ہے۔ اس پر انہیں بتایا جائے گا۔ کہ جیسے عیسائیوں میں گرجے ہوتے ہیں۔ اسی طرح مسلمانوں نے اپنی عبادت کے لئے مسجدیں بنائی ہوئی ہیں۔ اور چونکہ مسجد ان کے لئے ایک بالکل نئی چیز ہوگی۔ وہ اس کے دیکھنے کی طرف مائل ہو جائیں گے۔ کیونکہ انسانی فطرت میں یہ بات داخل ہے۔ کہ کوئی نئی چیز آ جائے تو لوگ اس کو دیکھنے کے لئے دوڑ پڑتے ہیں۔ آخر

## یہ تماشا گاہیں

اور سیر گاہیں جن میں لوگوں کا ہر وقت ہجوم رہتا ہے یہ کیا چیز ہیں اور کیوں۔ ان کی طرف لوگ کھچے چلے جاتے ہیں۔ صرف اس لئے کہ یہ ایک نئی چیز ہوتی ہیں۔ آدمی وہی ہوتے ہیں۔ گھوڑے

گھوڑے وہی ہوتے ہیں۔ شیر چیتے وہی ہوتے ہیں۔ لیکن سرکس آجاتے۔ تو سب لوگ اسے دیکھنے کے لئے دوڑ پڑتے ہیں۔ ان کے کانوں میں یہ آواز پڑتی ہے۔ کہ سرکس میں گھوڑے پر کوٹ ہو کر اسے دوڑایا جاتا ہے۔ اور چونکہ یہ نئی چیز ہوتی ہے۔ اس لئے لوگ اس کے دیکھنے کے لئے دوڑ پڑتے ہیں۔ یہاں تک کہ سرکس جب گاؤں میں چلے جاتے ہیں۔ تو لوگ اس کو دیکھنے کے لئے اپنے برتن تک بیچ ڈالتے ہیں۔ یا مثلاً تھیئٹر ہے وہی لوگ آدمی وہی ہوتے ہیں۔ مگر انہوں نے کسی کا نام ہریشچندر رکھا ہوا ہوتا ہے۔ کسی کا نام شکنتلا رکھا ہوا ہوتا ہے کسی کا نام جارا لنگ ہوا ہوتا ہے۔ کسی کا نام بابر رکھا ہوا ہوتا ہے۔ اور وہ ایک کھیل کھیلتے ہیں۔ چونکہ یہ دیکھنے والوں کے لئے ایک نئی چیز ہوتی ہے اس لئے وہ تھیئٹر دیکھنے کے لئے بیتاب ہوجاتے ہیں۔ اسی طرح جب مسجد کے پاس سے گذرنے والا شخص پوچھتا ہے کہ،

## یہ کیا چیز ہے

اور اسے بتایا جاتا ہے کہ یہ مسلمانوں کی مسجد ہے تو وہ حیران ہو کر دریافت کرتا ہے۔ کہ مسجد کیا ہوتی ہے۔ اس پر لوگ اسے بتاتے ہیں۔ کہ جیسے گرجا میں تم لوگ جمع ہو کر عبادت کرتے ہو اسی طرح مسلمان مسجدوں میں اکٹھے ہو کر عبادت کرتے ہیں۔ جب اُسے یہ بات بتائی جاتی ہے۔ تو اس کے دل میں خواہش پیدا ہوتی ہے۔ کہ مجھے دیکھنا تو چاہیئے کہ مسلمان کیا کرتے ہیں۔ اور وہ اپنے دل میں سوچتا ہے کہ کبھی فرصت ملی۔ تو مسجد کو ضرور دیکھوں گا۔ ایسے سو آدمی بھی اگر مسجد کے سامنے سے گزرتے ہیں۔ تو وہ سو کے سو اپنے دل میں یہ فیصلہ کر لیتے ہیں۔ کہ ہم فرصت ملنے پر کسی دن مسجد دیکھنے کے لئے ضرور آئیں گے مگر پھر ان سو میں سے نوے بھول جاتے ہیں۔ اور دس کو توفیق مل جاتی ہے۔ اور وہ کسی وقت مسجد دیکھنے کے لئے آجاتے ہیں۔ وہاں امام موجود ہوتا ہے۔ وہ مسجد دیکھنے کے بعد اس سے سوال کرتے ہیں کہ اسلام کیا چیز ہے۔ تم لوگ عیسائی کیوں نہیں ہوجاتے۔ اسلام میں عیسائیت سے بڑھ کر کیا بات پیش کی جاتی ہے۔ اور وہ ان باتوں کا جواب دیتا ہے

## نتیجہ یہ ہوتا ہے

کہ ان دس میں سے ایک شخص ایسا بھی نکل آتا ہے۔ جس کے دل پر زیادہ گہرا اثر پڑتا ہے۔ اور وہ بار بار مسجد میں آتا اور امام سے ملنا شروع کر دیتا ہے۔ اور آخر وہ مسلمان ہو جاتا ہے۔ تو مسجد بھی ایک مبلغ ہے۔ جس طرح مبلغ ایک مبلغ ہے۔ پس ہماری جماعت کے لئے ضروری ہے کہ وہ غیر ممالک میں مساجد کے قیام کی اہمیت کو سمجھے اور اس کے لئے ہر ممکن جد وجہد اور قربانی کی کوشش کرے۔ یورپ میں اسلام کا بہترین اشتہار مسجد ہے۔ بلکہ عیسائی ممالک کے لئے ہی نہیں۔ ہندو ممالک کے لئے بھی اور چینی ممالک کے لئے بھی اور جاپانی ممالک کے لئے بھی

## مسجد ایک عجوبہ ہے

جس طرح لوگ پرانے مقابر اور محلات دیکھنے کے لئے جاتے ہیں۔ اسی طرح وہ مسجد دیکھنے کے لئے جاتے ہیں۔ اور جب وہ جاتے ہیں۔ تو ان کا امام سے تعلق ہو جاتا ہے۔ اور تبلیغ اسلام کا رستہ کھل جاتا ہے۔ جب تک ہماری جماعت اپنے اس فرض کو نہیں سمجھتی اسی وقت تک اس کا یہ امید کرلینا کہ وہ

## اسلام کو دنیا پہ غالب کرنے میں

میں کامیاب ہو جائے گی غلط ہے۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہی ہوگی۔ جیسے چھپکلی کی دم کاٹ دی جائے۔ تو وہ دم تھوڑی دیر کے لئے تڑپ لیتی ہے۔ لیکن پھر ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتی ہے ہمیں سوچنا چاہیئے۔ کیا تو ہماری غرض صرف اتنی ہی تھی۔ کہ ہم دنیا میں شور مچا دیں۔ اور اگر یہی ہماری غرض تھی۔ تو یہ کام ہم نے کر لیا ہے اب ہمیں کسی مزید کام کی ضرورت نہیں۔ اور یا پھر ہماری غرض یہ تھی۔ کہ ہم دنیا میں اسلام پھیلائیں اور اگر یہی ہماری غرض ہے۔ تو اس کے لئے متواتر قربانیوں اور جد وجہد اور

## نیک نمونہ کی ضرورت ہے

اور ہماری تبلیغ تبھی کامیاب ہوسکتی ہے جب ہمارا عملی نمونہ اسلامی تعلیم کے مطابق ہو۔ اگر ہمارے اندر دیانت پائی جاتی ہے۔ اگر ہمارے اندر سچائی پائی جاتی ہے۔ اگر ہمارے اندر نیک چال چلن پایا جاتا ہے۔ اگر ہمارے اندر معاملات کی صفائی پائی جاتی ہے۔ تو ہر شخص ہمیں دیکھے گا۔ وہ سمجھے گا کہ اس جماعت کے ساتھ مل کر دین کی خدمت کی جاسکتی ہے۔ لیکن اگر ہمارا نمونہ اچھا نہیں۔ تو وہ کہے گا کہ "دور کے ڈھول سہانے" باتیں تو ہم بڑی سنتے تھے۔ لیکن پاس آکر دیکھا۔ تو ہمیں معلوم ہوا کہ اس کا پھل ایسا میٹھا نہیں۔ پس اپنی ذمہ داریوں کو سمجھو۔ اور

## چندہ مساجد کی تحریک

میں حصہ لو۔ اگر ہماری جماعت کے تمام دوست اس چندہ میں حصہ لینا شروع کردیں۔ تو ہر سال ایک خاص رقم اس غرض کے لئے جمع ہوسکتی ہے۔ مگر میں دیکھتا ہوں۔ کہ جہاں پاکستان کی اور سب جماعتوں میں اپنی ذمہ داری کا احساس ہے۔ وہاں اس جگہ ہر شخص اپنے آپ کو چودھری سمجھتا ہے۔ اور وہ خیال کرتا ہے کہ یہ تحریکات دوسروں کے لئے ہیں اس کے لئے نہیں۔ اب میں اس سفر میں دیکھوں گا۔ کہ یہاں کی جماعتوں نے اس چندہ میں کس حد تک حصہ لیا۔

## اسٹیٹوں کے دورہ کے وقت

مالکان زمین کے متعلق بھی یہ دیکھا جائے گا۔ کہ انہوں نے اس تحریک میں کتنا حصہ لیا ہے اور دوکانداروں کا بھی جائزہ لیا جائے گا۔ کہ انہوں نے اس تحریک میں حصہ لیا ہے یا نہیں لیا۔ آخر وہ تجارت کرتے ہیں۔ اور اپنا اور اپنے بیوی بچوں کا پیٹ پالتے ہیں۔ وہ بتائیں کہ اس عرصہ میں انہیں کوئی آمدن ہوئی ہے یا نہیں۔ کوئی نفع ہوا ہے یا نہیں۔ اور اگر ہوا ہے۔ تو انہوں نے خدا کا حق کیوں ادا نہیں کیا؟ چھوٹے تاجروں کو یہ کہا گیا تھا۔ کہ وہ ہر ہفتہ کے پہلے دن کے پہلے سودے کا منافع مسجد فنڈ میں دیا کریں

## فرض کرو

ان کے ایک دن میں بیس سودے ہوتے ہیں تو سات دن میں ایک سو چالیس سودے ہوئے اور چونکہ ہفتہ کے ایک دن کے ایک سودے کا منافع اس تحریک کے لئے رکھا گیا ہے اس لئے اس کے یہ معنی ہیں۔ کہ انہیں اپنے نفع کا $\frac{1}{140}$ حصہ دینا پڑا۔ اور ایک سو چالیسواں حصہ دینے ہرگز کوئی ایسا بوجھ نہیں۔ جو کسی معمولی سے معمولی تاجر کے لئے بھی ناقابل برداشت ہو۔ اسی طرح وہ زمیندار جن کے پاس دس ایکڑ سے زیادہ زمین ہے۔ ان کے لئے دو آنہ فی ایکڑ کے حساب سے چندہ دینا کوئی بڑی بات نہیں

## دس ایکڑ سے کم زمین والوں کیلئے

صرف ایک آنہ فی ایکڑ کے حساب سے چندہ مقرر کیا گیا ہے۔ اسی طرح مزارعین کے لئے یہ تجویز کیا گیا ہے کہ جن کے پاس دس ایکڑ سے کم مزارعت ہو۔ وہ دو پیسے فی ایکڑ کے حساب سے اور اس سے زائد مزارعت والے ایک آنہ فی ایکڑ کے حساب سے رقم ادا کریں۔ اگر کوئی سولہ ایکڑ کاشت کرے تو سولہ ایکڑ کے حساب سے صرف ایک روپیہ اسے ادا کرنا پڑے گا۔ اور اگر چوبیس ایکڑ کاشت کرے۔ تو ڈیڑھ روپیہ دینا پڑے گا۔ اسی طرح مالکوں میں سے اگر کسی کے پاس سو ایکڑ زمین ہے۔ تو اسے دو سو آنہ دینا پڑے گا۔ اور اگر ہزار ایکڑ زمین ہے۔ تو دو ہزار آنہ دینا پڑے گا۔ اور سو ایکڑ پر دو سو آنہ یا ہزار ایکڑ پر دو ہزار آنہ دے دینا کوئی بڑی بات نہیں۔ یہ اس قسم کا ہلکا اور آسان چندہ ہے۔ کہ نہایت خوشی سے ایک لاکھ روپیہ سالانہ چندہ جمع ہوسکتا ہے۔ مگر

## اب یہ حالت ہے

کہ امریکہ میں مسجد کے لئے زمین خریدی گئی تو باوجود اس کے کہ تین سال گذر گئے۔ اب تک زمین کی قیمت کا بھی چندہ نہیں ہوا۔ پچھلے سال یہ تحریک کی گئی۔ تو ۲۲ ہزار چندہ جمع ہوا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ اگر ساری جماعت حصہ لیتی۔ تو ایک لاکھ روپیہ سے زیادہ آنا چاہیئے تھا۔ ۳۵-۳۶ ہزار پہلے آیا ہوا تھا۔ گویا صرف ساٹھ ہزار روپیہ امریکہ کی مسجد کے لئے آیا ہے۔ حالانکہ ایک لاکھ چالیس ہزار کی صرف زمین تھی۔ اور قریباً ڈیڑھ لاکھ روپیہ ابھی مسجد کی تعمیر کے لئے اُس پر اور خرچ ہوگا۔ موجودہ رفتار کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر جماعت میں موجودہ افلاس برابر قائم رہے۔ تو دس سال میں صرف امریکہ کی مسجد کے لئے چندہ جمع ہوسکتا ہے۔ حالانکہ اگر سب دوست باقاعدہ چندہ دیں۔ تو

## دس سال میں تین چار مسجدیں

بن سکتی ہیں۔ اور امریکہ کی مسجد بڑی آسانی سے دو اڑھائی سال میں تیار ہوسکتی ہے۔ یہ چیز اپنی ذمہ داری کے احساس کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ جتنا جتنا کسی میں اپنی ذمہ داری کا احساس ہوتا ہے۔ اتنا ہی اس کے اندر جوش اور قربانی کا مادہ پایا جاتا ہے۔ اگر ہمارے یہ دعوے جھوٹے ہیں کہ ہم نے اسلام کی اشاعت کرنی ہے۔ تو ہمیں ساری دنیا سے لڑائی مول لینے کی بجائے اُن کے ساتھ مل جانا چاہیئے۔ اور جس طرح وہ مردہ ہیں اُسی طرح خود بھی مردہ بن جانا چاہیئے۔ اور اگر ہمارے اندر زندگی کے آثار ہیں۔ اور ہم اپنے دعووں میں سچے ہیں۔ تو پھر ہمیں یہ بھی دیکھنا پڑے گا کہ ہمارے حالات کیا ہیں۔ اور ہم پر کس قدر ذمہ داریاں پڑی ہوئی ہیں۔ بلکہ ہمیں آخر دم تک

## دین کی خدمت کے لئے

اپنی ہر چیز کو قربان کرنے کے لئے تیار رہنا پڑے گا اور خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہماری جماعت میں ایسے لوگ پائے جاتے ہیں۔ جو ہر قسم کی قربانی کے لئے پوری بشاشت کے ساتھ تیار رہتے ہیں۔ ہماری جماعت میں

## ایک غریب سپاہی

تھا۔ جب بھی چندہ کی کوئی تحریک ہوتی۔ وہ فوراً آجاتا۔ اور کچھ نہ کچھ چندہ دے دیتا۔ اس کی تنخواہ صرف تیس روپے ماہوار تھی۔ مگر آہستہ آہستہ اُس کے چودہ پندرہ روپے چندہ میں جانے لگے۔ اور وہ ہر نئی تحریک پر اصرار کرتا کہ اس میں میرا بھی حصہ شامل کیا جائے۔ وہاں کے امیر جماعت نے مجھے لکھا کہ ہم اس کو بار بار سمجھاتے ہیں کہ تمہاری مالی حالت کمزور ہے۔ تم ہر تحریک میں حصہ نہ لیا کرو ہر تحریک غرباء کے لئے نہیں ہوتی۔ مگر وہ کہتا ہے یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ چندہ کی تحریک ہو۔ اور میں . . . اس میں حصہ نہ لوں۔ اس لئے آپ

# ہندوستان میں جماعت احمدیہ کی تبلیغ

الحمد للہ جنوری ۱۹۵۱ء سے اس وقت تک ۲۸ قسم کے حسب ذیل ٹریکٹ بصورت ٹریکٹ یا کتب ہزارہا کی تعداد میں شائع کئے جا کر ہندوستان کے مختلف گوشوں میں بھجوائے گئے ہیں۔ جن کو ضرورت ہو وہ مفت حسب ذیل پتہ پر خط لکھ کر منگوا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے سیٹھ محمد عبد الحی صاحب یادگیر۔ اور سیٹھ معین الدین صاحب چنت کنٹہ و رشید احمد صاحب رشید باڑی برای حیدرآباد و محمد اسمٰعیل صاحب چنت کنٹہ کو جنہوں نے حسب حیثیت اس کی اشاعت میں مالی حصہ لیا۔

طالب دعا: محمد اسمٰعیل صاحب فاضل وکیل یادگیر

حسب ذیل پتہ پر احباب خط و کتابت ٹریکٹوں کے منگوانے کے لئے کریں

رشید احمد صاحب احمدی مالک رشید باڑی بیڑی فیکٹری محلہ جلالی کوچہ حسینی علم حیدرآباد دکن

(۱) ہمارے رسول غیروں میں مقبول

(۲) خصوصیات اسلام۔

(۳) رسول خدا صلعم کا ایک لرزہ خیز خطبہ

(۴) معارف القرآن۔ داؤد صبر ایوب

(۵) غیر مذاہب کے بارے میں آنحضرت صلعم کی تعلیم

(۶) احمدیت کوئی نیا مذہب نہیں۔

(۷) خدا کا محسن۔ محمد مصطفیٰ صلعم

(۸) بہائی مذہب کے عقائد۔

(۹) ضرورت مذہب

(۱۰) پانچ سوالوں کے جوابات

(۱۱) لیلۃ القدر مسلمانوں کے عہد کی یادگار ہے

(۱۲) روزہ سے تقوےٰ کیسے حاصل ہو سکتا ہے

(۱۳) احمدی غیر احمدی کے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتے۔

(۱۴) احمدی رشتہ و ناطہ غیر احمدی حضرات سے کیوں نہیں کرتے

(۱۵) جو خاتم النبیین کا منکر ہے وہ اسلام سے خارج ہے۔

(۱۶) کیا ہم مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں؟

(۱۷) ہمارا مذہب۔

(۱۸) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ۶۳ سالہ زندگی کا مکمل چارٹ بڑے سائز پر۔

(۱۹) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کا مکمل چارٹ بڑے سائز پر۔

(۲۰) مسئلہ ختم نبوت از افادات گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

(۲۱) فتویٰ تکفیر میں علمائے سلف کی اتباع مولویوں کے فتاویٰ قابل تقلید نہیں۔

(۲۲) آنحضرت صلعم کا خاتم النبیین ہونا معجزہ ہے

(۲۳) مسلمانوں کا اپنے محسنوں سے عجیب سلوک

(۲۴) سچے خیر خواہوں کے ساتھ کیسا سلوک ہوا؟

(۲۵) کاذب مدعی نبوت کے متعلق قانون الٰہی

(۲۶) اسلام ہی مساوات اتحاد کا سبق دیتا ہے۔

(۲۷) جماعت احمدیہ سے متعلق صحیح معلومات کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں پڑھیے تفصیل کتب

(۲۸) کیا مہدی و مسیح دو شخص ہیں؟

(۲۹) سچے مذہب کی شناخت

(۳۰) اس صدی کا مجدد کون ہے

(۳۱) احمدیت کیا ہے اختلافی مسائل پر مختصر تبصرہ

(۳۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام دیگر انبیاء علیہ السلام کی طرح وفات پا گئے۔

(۳۴) رسول کریم صلعم کا فیضان قیامت تک جاری ہے۔

(۳۵) کمال محمدؐ۔ سلسلہ مصلحین۔ آمد مسیح موعودؑ۔

(۳۶) آنیوالے موعود کی سب نشانیاں پوری ہوئیں

(۳۷) امن و سلامتی کا راستہ

(۳۸) علی محمد باب مہدی موعود نہیں ہو سکتا۔

معرفت

جناب مولوی محمد اسمٰعیل صاحب وکیل یادگیر

## بقیہ خطبہ

سے کہا جاتا ہے کہ آپ اسے روکیں۔ چنانچہ میں نے اُسے پیغام بھجوایا۔ کہ آپ چند دن میں اس قدر زیادہ حصہ لیا کریں۔ تب کہیں جا کر وہ رُکا۔ تو ایسے لوگ ہماری جماعت میں پائے جاتے ہیں۔ مگر اُن کی تعداد کم ہے۔ زیادہ تر وہی لوگ ہیں جو اپنے آپ کو تو چودھری سمجھتے ہیں۔ اور جن کو اپنی

**ذمہ داریوں کا احساس**

نہیں۔ وہ احمدیت میں داخل ہو گئے ہیں۔ بغیر اس کے کہ اس امر پر غور کریں کہ احمدیت کیا چیز ہے اور بغیر اس کے کہ اس امر پر غور کریں کہ احمدیت کی وجہ سے اُن پر کیا ذمہ داریاں ہیں۔ مگر یہ وہ لوگ نہیں جن سے احمدیت ترقی کرے گی۔ یہ وہ لوگ نہیں جن کے ذریعہ اسلام دنیا میں پھیلے گا احمدیت اگر پھیلے گی۔ اور اسلام اگر ترقی کرے گا۔ تو اُنہی لوگوں کے ذریعہ جو سمجھتے ہیں۔ کہ جو کچھ کرنا ہے ہم نے ہی کرنا ہے۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے اپنے دین کی خدمت کا کوئی کام لے رہا ہے۔ تو

**یہ ایک انعام ہے**

جو ہم پر کیا جا رہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اُس نے ایسے زمانہ میں ہم کو اسلام کی خدمت کا موقعہ دیا۔ جب کہ اسلام گرنے والا ہے اور مسلمان صرف نام کے مسلمان رہ گئے ہیں۔ ایسے ہی لوگ ہیں جو

**ہمیشہ کے لئے زندہ**

رکھے جائیں گے۔ اور اُن کے نام اسلام کے مجاہدین میں شمار کئے جائیں گے۔

## صفحہ نمبر ۲ سے آگے

لہٰذا تذکرہ بالا میں جو آل رسول پر درود بھیجنے کا حکم ہے سو اس میں بھی یہی سِرّ ہے کہ افاضہ انوار الٰہی میں محبت اہلِ بیت کو بھی نہایت عظیم دخل ہے اور جو شخص حضرت احدیت کے مقربین میں داخل ہوتا ہے اور انہیں طیبین طاہرین کی وراثت پاتا ہے اور تمام علوم و معارف میں ان کا وارث ٹھہرتا ہے۔" (تذکرہ ص۷۶)

(۵) ۱۸۸۲ء۔ حضور تحریر فرماتے ہیں۔ "اس اثنا میں خواب میں دیکھا کہ لوگ ایک محی کو تلاش کرتے پھرتے ہیں اور ایک شخص اس عاجز کے سامنے آیا اور اشارہ سے اس نے کہا۔ ھٰذا رجل یُحِبُّ رسول اللّٰہ۔ یعنی یہ وہ آدمی ہے جو رسول اللہ سے محبت رکھتا ہے اور اس قول سے یہ مطلب تھا کہ شرطِ اعظم اس عہدہ کی محبتِ رسول ہے سو وہ اس شخص میں متحقق ہے۔" (تذکرہ ص۷۷)

(۶) ۱۸۸۳ء۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"ایک رات اس عاجز نے اس کثرت سے درود شریف پڑھا کہ دل و جان اس سے معطر ہو گیا۔ اس رات خواب میں دیکھا کہ آبِ زلال کی شکل پر نور کی مشکیں اس عاجز کے مکان میں لئے آتے ہیں۔ اور ایک نے ان میں سے کہا کہ یہ وہی برکات ہیں جو تو نے محمدؐ کی طرف بھیجی تھیں۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔" (تذکرہ ص۷۶)

(۷) ۱۸۸۳ء میں حضور کو الہام ہوا:۔

"محمد رسول اللّٰہ والذین معہٗ اشدّاء علی الکفار رحماء بینھم رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللّٰہ۔ متّع اللّٰہ المسلمین ببرکاتھم ۔۔۔۔۔ ومن یبتغ غیر الاسلام دینا لن یقبل منہ وھو فی الاٰخرۃ من الخاسرین۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کا رسول ہے اور جو لوگ اُسکے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت ہیں یعنی کفار انکے سامنے لاجواب اور عاجز ہیں اور ان کی حقانیت کی ہیبت کافروں کے دلوں پر مستولی ہے۔ اور وہ لوگ آپس میں رحم کرتے ہیں۔ وہ ایسے مرد ہیں کہ ان کو یادِ الٰہی سے نہ تجارت روک سکتی ہے اور نہ بیع مانع ہوتی ہے یعنی محبت الٰہیہ میں ایسا کمال تام رکھتے ہیں کہ دنیوی مشغولیاں گو کیسی ہی کثرت سے پیش آویں ان کے حال میں خلل انداز نہیں ہو سکتیں۔ خدا تعالیٰ ان کے برکات سے مسلمانوں کو متمتع کریگا۔۔۔۔۔۔ اور جو شخص بجز دین اسلام کے کسی اور دین کا خواہاں اور جویاں ہوگا۔ وہ دین ہرگز اس سے قبول نہیں کیا جائے گا اور آخرۃ میں زیاں کاروں میں ہوگا۔" (تذکرہ ص $\frac{۹۳}{۹۴}$)

(۸) ۱۸۸۶ء میں حضور نے ہوشیارپور میں جو چلّہ کاٹا اور ان دعاؤں کے نتیجہ میں جو عظیم الشان الہامات ہوئے ان میں سے یہ بھی ہیں:۔

"اے مظفر! تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دینِ اسلام کا شرف کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان لاتے اور خدا کے دین اور اسکی کتاب اور اسکے پاک رسول محمد مصطفیٰؐ کو انکار و تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔" (تذکرہ ص $\frac{۱۳۹}{۱۴۰}$)

(۹) ۱۸۸۳ء اور ۱۹۰۱ء میں الہام ہوا۔

"بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد۔ پاک محمد مصطفیٰ نبیوں کا سردار۔"

(تذکرہ ص۱ و ۲۷۲) (۱۰) ۱۸۹۳ء اور ۱۹۰۶ء الہام ہوا: "کل برکۃ من محمد صلی اللہ علیہ وسلم فتبارک من علّم وتعلّم۔" (تذکرہ ص $\frac{۲۲۸}{۵۹۶}$) کہ یہ تو تمام برکت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے پس بڑا برکتوں والا ہے جس نے اس بندہ کو تعلیم دی اور بہت برکتوں والا جس نے تعلیم پائی۔ گویا کہ حضور کو الہام میں آنحضرت صلعم کا شاگرد قرار دیا گیا ہے۔

(۱۱) ۱۹۰۷ء حضور تحریر فرماتے ہیں:۔

"ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ درود شریف کے پڑھنے میں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے میں ایک زمانہ تک مجھے بہت استغراق رہا کیونکہ میرا یقین تھا کہ خدا تعالیٰ کی راہیں نہایت دقیق راہیں ہیں۔ وہ بجز وسیلہ نبی کریمؐ کے مل نہیں سکتیں جیسا کہ خدا بھی فرماتا ہے۔ وابتغوا الیہ الوسیلۃ تب ایک مدت کے بعد کشفی حالت میں میں نے دیکھا کہ دو سقے یعنی ماشکی آئے اور ایک اندرونی

# موجودہ دور کے مسلمان اور اُن کے علماء ایک مسلمان مصنّف کی نظر میں

از جناب مولانا محمد سلیم صاحب فاضل مبلغ سلسلۂ عالیہ احمدیہ

(۲)

(۸)

"کوئلہ ایک زہر ہے۔ اگر کسی کمرے میں صرف پاؤ بھر کوئلہ جلا کر دروازے بند کر دیئے جائیں۔ تو نصف گھنٹے میں اندر کے تمام آدمی دوسری دنیا کو سدھار جائیں۔ غور فرمائیے۔ کہ اس سیاہ رنگ موت (کوئلہ) کے استعمال سے قومیں آجکل کس قدر طاقتور بنی ہوئی ہیں۔ ان کی سطوت و ہیبت کی کیا دھاک بندھی ہوئی ہے۔ اور دوسری طرف وہ قومیں کس قدر ذلیل و ضعیف ہیں۔ جو کوئلے کے استعمال سے ناواقف ہیں۔ ایران پر مسلمان ۱۴۰۰ سال سے حکومت کر رہے ہیں۔ لیکن اس عرصے میں کسی عقلمند کے دماغ میں یہ بات نہ آئی کہ کوئلے کو استعمال کر کے ایک محکم و پائندہ ترقیات کا انتظام کیا جائے۔ اس غفلت و سہل انگاری کا نتیجہ یہ نکلا کہ گذشتہ سال (۱۹۴۱ء) اتحادی افواج نے صرف ایک ٹھوکر رسید کی۔ اور اُن جان نثاران حسینؓ کی (جو اپنی نجات دینوی و اُخروی کے لئے محرم میں چند آنسو ٹپکانا کافی سمجھتے تھے۔ اور جن کی نعش کوشیاں رسوائے زمانہ ہو چکی تھیں) کوئی ہڈی پسلی باقی نہ رہی۔" ص۷۱

(۹)

"اگر کوئی قوم آج کے مسلمانوں کی طرح سہل انگاری و تغافل شعاری کی وجہ سے صلاحیت حیات کھو بیٹھے تو قدرت اُسے مٹا کر کسی اور قوم کو وارث زمین بنا دیتی ہے۔ وان تتولوا یستبدل قوما غیرکم۔ یعنی اگر تم نے آئین حیات سے منہ پھیر لیا تو یہ زمین کسی اور قوم کے قبضے میں دے دی جائے گی۔ حیف کہ مسلمان نے اس تنبیہ پر غور نہ کیا۔ محض اوراد اور وظائف کو مقصد حیات سمجھ بیٹھا۔ اور ضوابط عروج و ارتقاء (قرآن) سے غافل ہو گیا۔ نتیجہ یہ کہ قدرت نے اس کی بستیاں اجاڑ دیں۔ شہر بَن ہو گئے۔ اور بَن گورستان۔ آہ! یہ غلط فہمی کا پیکر اپنے آپ کو بدستور اللہ کا لاڈلا سمجھ رہا ہے۔" ص۷۴-۷۵

(۱۰)

"اللہ کی حسین سرزمین میں صرف کار آمد و مفید اقوام باقی رہ سکتی ہیں۔ نکموں، نااہلوں، بے اثر عقائد کے پجاریوں، اور اوراد و وظائف کے "بہادروں" اور بے عمل دعا گوؤں کے لئے یہاں کوئی جگہ نہیں۔" ص۸۰

محبت کا جنوں باقی نہیں ہے
مسلمانوں میں خوں باقی نہیں ہے
صفیں کج، دل پریشاں، سجدہ بے ذوق
کہ جذب اندروں باقی نہیں ہے" ص۸۲

"أَأَمِنْتُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ أَنْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا فَسَتَعْلَمُونَ كَيْفَ نَذِيرِ۔ یعنی تم اپنے آپ کو محفوظ سمجھے بیٹھے ہو۔ لیکن اگر اللہ آسمانی بلندیوں سے تم پر پتھر برسانا شروع کر دے تو تمہیں معلوم ہو جائے کہ اللہ کے عذاب کی ایک صورت یہ بھی ہے۔ آج ہم پر طیارے آسمان سے پتھر (بم) برسا رہے ہیں۔ اور اللہ کا یہ قول لفظ بلفظ درست ثابت ہو رہا ہے۔ سبحان اللہ! قرآن کی ہر آیت میں کس قدر اسباق پنہاں ہیں۔ لیکن یہ آیات علماء و حکما کے لئے ہیں۔ جاہل مُلاّ کے لئے نہیں۔" ص۱۱۰

"قرآن حکیم نے علماء کی تعریف یہ کی ہے کہ جو علوم کائنات ارض و سما کے ماہر ہوں۔" ص۱۱۱

(۱۱)

"مسلمانوں کی تقلید نے آج اندھا اور بہرہ بنا رکھا ہے۔ اس قوم نے قوائے مفکرہ کا استعمال چھوڑ دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس سے یہ طاقتیں ہی چھین لیں۔ آج جس مُلاّ کو دیکھو افلاطون و ارسطو۔ بو حنیفہ و شافعی، بو علی سینا اور ابن رشد کے حوالے دے رہا ہے۔ اور خود سوچنا گناہ خیال کرتا ہے۔ اسی طرح ہمارے سیاسی رہنما ہر بات میں مغربی نظریوں سے مدد لے رہے ہیں۔ مغربی وطنیت، مغربی جمہوریت اور مغربی قومیت پر نظام عالم کی تعمیر ہو رہی ہے۔ سٹالن، ہٹلر، نطشے، لینن، نولڈکے، روسو اور کارلائل کی تجربات کو اخلاقی و روحانی پہلوؤں کی تکمیل کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے۔ سچ ہے ایک غلام دماغ سے اس سے زیادہ امید بھی نہیں ہو سکتی" ص۱۲۲

(۱۲)

"قرآن حکیم میں بار بار انعام و ثواب کی طرف مسلم کی توجہ منعطف کرائی گئی۔ لیکن یہ بیچارہ ایسا پڑھا ہوا مسلمان ان چیزوں کی طرف توجہ دینا گناہ سمجھتا ہے۔ نتیجہ یہ کہ قدرت نے لاعلمی و جہالت کی وجہ سے اُسے چوپاؤں سے بھی بدتر بنا دیا۔" ص۱۲۶۔

"۱۹۲۰ء کا واقعہ ہے کہ صوبہ سرحد کے چیف کمشنر مسٹر روس کیپل نے امراء وزیرستان کا ایک جرگہ بلایا مجلس برخاست ہونے کے بعد ایک وزیری پٹھان نے چیف کمشنر سے کہا صاحب بہادر! تو جیسے ہم تم پر بہت خوش ہے۔ لیکن صرف ایک بات کی کمی ہے کہ اگر تم مسلمان ہوتا تو خوب کیا اچھا ہوتا" روس کیپل نے پوچھا کہ "مسلمان ہونے کا فائدہ؟" تو کہا کہ تو جو تم دوزخ میں جلتا تم جیسا اچھا ستھرے (آدمی) بہشت میں اچھا لگتا ہے۔ روس کیپل نے کیا ایمان افروز جواب دیا۔ "کھان صاحب! ہم دوزخ میں جائے گا۔ تو اپنا صفائی دیگرہ (وغیرہ) سے اس کو بہشت بنا ڈالے گا۔ اور تم گندا لوگ جو بہشت میں پہنچے گا تو ہر طرف نسوار کا تھوک ڈالے گا۔ کھانسی کرے گا۔ میلا شلوار پہنے گا۔ ادھر ادھر تمام کیلے کا چھلکا پھینکیگا تو بہشت کو دوزخ کر دے گا۔"

گئے جنت میں اگر اپنے یہ مُلاّ اے ذوق
تو یہ سمجھو رہے دوزخ ہی میں جنت والے"
ص۱۲۸ -
۱۲۹

قرآن کا ہر حکم فرض ہے۔ لیکن مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن کے صرف پانچ احکام فرض ہیں یعنی نماز، روزہ وغیرہ اور باقی چھ ہزار احکام میں کچھ مستحب ہیں۔ کچھ مستحسن ہیں اور کچھ غیر ضروری اگر اللہ کا ہر حکم فرض کہلاتا ہے تو پھر ثیابک فطھر۔ والرجز فاھجر کو فرائض کی فہرست سے خارج کرنا کہاں کی مسلمانی ہے؟ غور کرو غلیظ مکانات اور ناپاک ماحول کی وجہ سے مسلمانوں کی صحت کا کیا حال ہو چکا ہے اور میلے کچیلے کپڑوں کی وجہ سے ان کا وقار کتنا کم ہو گیا ہے۔" ص۱۲۹

"مسلمانوں یاد رکھو کہ کھلے اور صاف مکانات میں رہنا، اُجلے کپڑے پہننا، دانتوں کو روزانہ صاف کرنا، نہانا، کمروں میں روشندان رکھنا، کوڑا کرکٹ دور پھینکنا، بالوں کو دھونا اور سنوارنا، ورزش سے صحت کو قائم رکھنا۔ جراثیم مرض اور بیمار کن ماحول سے بچنا عین اسلام ہے قرآن کی مذکورہ آیت کے مطابق یہ بھی نماز، روزے کی طرح فرض ہے۔ ذرا سوچو تو سہی کہ قرآن کے صرف اس ایک حکم کی نافرمانی سے ہم کس قدر خوفناک نتائج بھگت رہے ہیں ہمارے مکانوں میں غلاظت کے کس قدر ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ ہمارے منہ سے کتنی بدبو آتی ہے ہمارے بال کسقدر پریشان و گرد آلود ہیں جسم پر کتنا میل جما ہوا ہے۔ ہمارے بچے کسقدر مہلک امراض کا شکار ہو رہے ہیں۔ ہمارے چہرے کاربن کی زیادتی اور صاف ہوا کی کمی کی وجہ سے کس قدر زرد ہو رہے ہیں۔ اور یہ نحیف و لاغر، زرد رو اور قبیح الشکل قوم دنیا کی نگاہ میں کتنی ذلیل ہو چکی ہے۔ انصافاً کہو کہ قرآن کی اس آیت پر انگریز عمل کر رہا ہے یا مسلمان؟ ہر گاؤں میں مسٹر برین تو پھر پھر کر صفائی وغیرہ کی تبلیغ کرے اور مولوی صاحب مسجد میں لوگوں کو ناک جھاڑتا دیکھیں اور منع نہ کریں، مسجد کے ساتھ پیشاب گاہ تیار کریں اور نہ شرمائیں۔" ص۱۳۰-۱۳۱

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مسلم کو ہر قسم کی جسمانی، دماغی، روحانی، اخلاقی نجاست سے نجات دلانے کے لئے ہوئی تھی۔ آج ہمارا مُلاّ جسمانی صفائی پر کچھ کہنا اپنے علم کی ہتک سمجھتا ہے وہ ایسی تمام آیات میں غلاظت سے مراد روحانی و اخلاقی غلاظت لیتا ہے۔ اچھا ایسا ہی سہی۔ لیکن انصاف فرمائیے۔ کیا ایسے آدمی کے اخلاق میں ذرا سی بھی نفاست ہو سکتی ہے۔ جس کے منہ، کپڑوں اور جسم سے، بڑاس کی سی بو آ رہی ہو جس کی شلوار میں سیر بھر جوئیں چل رہی ہوں۔ جس کی چارپائی کے نیچے تھوکوں کا ڈھیر لگا ہوا ہے۔ گندے چیتھڑے پھٹے پرانے ساغذات، ہڈیوں کے ٹوٹے ہوئے پا دیئے اور میل سے اٹی ہوئی کھاٹیاں ہر طرف بکھری پڑی ہوں دیواروں پر جالے جھاڑ جھاڑ کر بستر کیا ہوا ہو۔ ہر طرف ہولناک غلاظت، تعفن، ویرانی، تاریکی اور ظلمت ہو۔ اگر اخلاقی دنیا میں بدکاری ظلمت ہے۔ تو مادی دنیا میں غلاظت اور کثافت کیوں ظلمت نہیں؟ یاد رکھو! معلم کائنات حضرت محمد عربی فداہ ابی و امی مسلم کو تمام جسمانی و روحانی ظلمتوں سے نجات دلانے کے لئے آئے تھے۔" ص۱۳۱

"اللہ نے لباس کو ایک نعمت عظمیٰ قرار دیا ہے ... کیا اس لباس سے وہ لباس مراد ہے، جسے ابتداء سے انتہا تک دھویا نہ گیا ہو اور جس سے تعفن کی لپٹیں اُٹھ اُٹھ کر دل و دماغ پر بجلیاں گرا رہی ہوں۔ یا وہ لباس مراد ہے۔ جو اوراق شجر کی طرح صاف اور برگ گل کی طرح منزہ و پاکیزہ ہو۔ گرمی کے ایام میں مسجدوں میں چند ایسے نمازی بھی ہوتے ہیں۔ جن کے کپڑوں سے سخت بدبو آیا کرتی ہے۔ لیکن مولوی صاحب انہیں کچھ نہیں کہتے۔ اس لئے کہ حضرت مولانا کے ہاں والرجز فاھجر کا حکم بالکل غیر ضروری سا ہے۔ سردی میں کشمیری ہاتو اپنی نفیس پوشاکوں کے ساتھ گلکدۂ کشمیر سے تشریف لاتے ہیں۔ کس حسین سرزمین سے آتے ہیں۔ اور لباس کس قدر غلیظ ہوتا ہے۔ اس حسین خطے میں یہ بدمذاق انسان، واللہ قدرت کی بہت بڑی ستم ظریفی ہے۔ میں جب کسی غلیظ مسلمان کو دیکھتا ہوں تو اس سے

غیر اسلامی ظاہر پر طیش آجاتا ہے۔ کہ جو شخص کپڑوں تک کو صاف نہیں رکھ سکتا۔ وہ دل و دماغ کو کیا خاک صاف رکھے گا" [illegible]

(۱۳)

" دنیا میں نااہل بے ہمت اور بے کار انسانوں کا یہی حال ہوتا ہے۔ جب تک کہ مسلمانوں میں صلاحیت حیات باقی تھی۔ وہ آسٹریلیا، ممالک متقان، جنوبی روس، نصف فرانس، اسپین، شمالی افریقہ، سسلی، سائپرس، عرب، شام، عراق، ایران، ارض روم اور افغانستان، ہندوستان اور بحر الکاہل جزائر پر حکمران رہے۔ اور جب صلاحیت حیات کھو بیٹھے۔ خالی عقائد اور بے معنی اعتماد اور ذلائف کو زندگی کا دستور العمل بنا لیا جنت وشمشیر سے کنارہ کشی کر لی۔ تلاش و طلب سے ہاتھ کھینچ لیا۔ اور بے پناہ جذبۂ عمل سے بیگانہ ہو گئے۔ تو اللہ نے ان کی بنیادیں ہلا دیں اپنی اپنی حسین سرزمین سے اکھیڑ کر باہر پھینک دیا۔ اور تخت سے اٹھا کر فرش پر دے مارا۔ لیکن ادھر ہم ہیں کہ خیر الامم ہونے کا پندار دماغوں میں بدستور باقی ہے اللہ اس قوم کو آنکھیں عطا کرے کہ یہ اپنی بری حالت کا مشاہدہ کر سکے" ص ۱۴۸۔

(۱۴)

مغرب کے ایک حکیم مسٹر کیٹ آر لوول (Kate R. Lovell) نے جب قرآن کی یہ آیت دیکھی واوحیٰ ربك الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتاً ومن الشجر ومما یعرشون۔ ثم کلی من کل الثمرات فاسلکی سبل ربك ذللاً۔ یخرج من بطونها شراب مختلف الوانه فیه شفاءٌ للناس ان فی ذلك لآیة لقوم یتفکرون (نحل) تو حیرت زدہ ہو گیا کہ عرب کا امی دعقلاء ایں دانی) کتنا بڑا عالم تھا۔ چنانچہ لکھتا ہے:-

"Mahammad was a great King a mighty conquerer and a very clever and learned man. From the Quran we learn that he was a lover of nature and that he knew something of bees and the value of honey. [illegible]

not obtained with out a certain amount of enquiry and observation"

آنحضرت صلعم کو جس رنگ میں اس مغربی مفکر نے پیش کیا ہے وہ کسی ملّا کے تصور میں بھی نہیں آسکتا تھا۔ ملّا کے نزدیک آنحضرت کی انقلاب آفریں ہستی کا تخیل بس اتنا ہی ہے کہ شفاعت سے امت کے گناہ معاف کرا رہے ہیں۔ اور ایک ورد و شریف پڑھنے پر دس دس نیکیاں تقسیم کر رہے ہیں۔ اور بس" ص ۱۴۹/۱۵۰

(۱۵)

قرآن حکیم میں اللہ کو یاد کرنے کا بار بار حکم دیا گیا ہے۔ مولوی کے ہاں اس حکم کی تفسیر یہ ہے کہ ایک لمبی تسبیح لے کر روزانہ ایک ہزار مرتبہ اللہ اللہ جپ چھوڑو اور خلاصی ہو گئی۔ کوئی ان سے پوچھے کہ اس بے کیف و بے لذت ذکر کا کوئی فائدہ؟ ہم غالب، اقبال کے اشعار پڑھتے ہیں تو ہر شعر پر بے ساختہ آہ یا واہ نکل جاتی ہے یہ صحیفۂ کائنات اللہ کا ایک دیوان ہے ؎

خندۂ شبنم، بہار گل، فروغ مہر واہ
واہ کیا اشعار ہیں دیوان فطرت دیکھئے

جا بجا ہر طرف رنگین، وجد آور اور حسین اشعار بکھرے پڑے ہیں۔ حیرت ہے کہ ان سے متاثر ہوئے بغیر ایک مولوی کیوں کر پاس سے گزر جاتا ہے اور پھر حجرے کے تاریک گوشے میں کونسی نیرنگیاں موجود ہیں۔ جن سے متاثر ہو کر یہ اللہ کے نعرے لگاتا ہے" ص ۱۵۲

" ہمیں بعض پہاڑوں سے جو کروڑہا سال تک زیر آب رہے۔ ایسے جانور ملے ہیں جن کی لمبائی ۳۰ یا ۴۰ فٹ تھی۔ منہ لہنگ کی طرح، جسم مچھلی کی مانند۔ تیرنے کے لئے دو بازو، اور فٹ بھر چوڑی آنکھیں تھیں۔ نیز بعض ایسے جانوروں کے پنجر دستیاب ہوئے ہیں۔ جو بیس بیس فٹ اونچے تھے۔ اور بڑی بڑی مچھلیوں کو دو حصوں میں کاٹ کر پھینک دیتے تھے۔ خشکی و تری بردو کی فضا، ان جانوروں کو سازگار نہ آئی۔ اس لئے یہ مٹ گئے۔ جس طرح قوم کی کمائی پر پلنے والے نکھے پیر آج مٹ رہے ہیں" ص ۱۶۸/۱۶۹

(۱۶)

ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنهار والفلك التی تجری فی البحر ...... لآیات لقوم یعقلون (بقرہ) فانجینٰه واصحاب السفینة وجعلنٰها آیة للعٰلمین (عنکبوت) ان دو آیتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ کشتیاں عروج ملی کا بہت بڑا ذریعہ ہیں۔ اور علماء کا فرض ہے کہ وہ قوم کو

کو جہاز سازی اور جہاز رانی کا درس دیں تاکہ اللہ کی یہ آیات ہمارے قیام و استحکام کا وسیلہ بن سکیں" ص ۱۷۶

" ہم آج سے چند سو سال پہلے ایک مہیب ترین قوم تھے۔ ہمارے ناہلوں، شکست کوشوں، عیاشوں اور وظیفہ خوانوں نے ہمیں تباہ کر کے رکھ دیا۔ لیکن دماغوں میں محبوب خدا ہونے کا گھمنڈ بدستور باقی ہے۔ دنیا کے کسی گوشے میں جائے پناہ نہیں ملتی۔ ضاقت علیهم الارض بما رحبت ...... مگر فخر ہے خیر الامم ہونے کے بدستور مدعی ہیں ...... آہ! کبھی وہ زمانہ تھا کہ بحر و بر میں ہماری دھاک بندھی ہوئی تھی۔ سلاطین زمانہ ہمارے نام سے لرز جاتے تھے۔ بڑے بڑے سرکش بن گیتی آستان خلافت پر جبینیں گھسا کرتے تھے۔ یورپ ہمارا غلام بن کر اٹھتا تھا۔ مصر و شام کو ہماری حکومت پر ناز تھا۔ ہم جس طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتے تھے۔ اقوام و ممالک کی تقدیریں بدل جاتی تھیں اور ہماری قریب شمشیر سے مشرق و مغرب لرزہ براندام تھے۔ لیکن آج صرف نحوست، فلاکت اور ادبار ہے۔ جنت کا نشہ اور شفاعت کا خمار ہے وظیفوں کا پندار اور تسبیحوں کا گھمنڈ ہے۔ مرد مومن! سوچ! جاگ، دیکھ، اٹھ، بڑھ، کہ رفعتیں بدستور تیری منتظر ہیں۔ قوت کا سامان ڈھونڈھ کہ ضعف موت ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ اس نادانی میں تو لٹ گیا" ص ۱۸۰

(۱۷)

۱۶۹۲ء میں فرانس نے انگلستان پر حملہ کر کے اس کی جہازی طاقت فنا کر دی۔ لیکن باہمت انگریزوں نے صرف نو سال میں ۸۱۲ نئے جہاز بنا لئے۔ دوسری طرف دیکھئے کہ مسلمان ایران پر الم ۱۳ سال سے قابض ہیں۔ اور تمام زمانے میں یہ شیعہ ایران حسین ایک لکڑی کی کشتی بھی تیار نہ کر سکے۔ جاہل مجتہدوں نااہل ملاؤں، شکم پرست واعظوں اور بے بصیرت پیروں نے انہیں یہ سمجھا دیا ہوگا کہ محرم کے دن ایک آنسو ٹپکانے سے آپ کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اس لئے تمام سال عیش اڑایئے۔ ترکتا باد کے گلزار سے محفلیں سجایئے۔ ساقی جوش کے خال سیاہ پر سمرقند و بخارا قربان کر ڈالئے اور ساز و چنگ کے ساتھ گائیے ؎

پدرم خلد بہ یک دانۂ گندم بفروخت
ناخلف باشم اگر من بجوے نفروشم

جہاز بنانے کی کیا ضرورت ہے۔ دنیا میں کسے ہمت ہو سکتی ہے۔ کہ وہ حسینؓ کے پیاروں

اور ملّی ہستی کے مقدروں پر حملہ کر سکے۔ اس قوم کے ساتھ ۱۹۴۱ء میں جو کچھ ہوا دنیا دیکھ چکی ہے" ص ۱۸۱

" صرف ۱۸۳۶ء میں جس قدر جہاز انگلستان کی بندرگاہوں پر بغرض تجارت پہنچے تھے۔ ان میں تیرہ ہزار دخانی تھے۔ اطمینان فرمایئے کہ ان میں اسلامی سلطنتوں کا ایک جہاز بھی شامل نہ تھا۔ اس لئے کہ مسلمان یا تو "ذکر خدا" اور یا پرستش صنم میں مصروف تھے۔ ان غریبوں کو جہاز سازی کی فرصت کہاں تھی اور ضرورت بھی کیا تھی۔ بھلا کسی کی شامت آئی تھی کہ خدا کے پیاروں پر حملہ کرنے کی ہمت کرتا۔ جس اللہ نے مکہ کو کفار مکہ سے بچانے کے لئے ابابیلوں سے ابرہہ کے پرخچے اڑا دیئے تھے۔ وہ ایران و عرب کے مسلمانوں پر حملہ کرنے والوں کا کچومر نہ نکال ڈالے گا ...... کاش اس قدر مار کھانے کے بعد بھی مسلمان یہ سمجھ جاتا کہ اللہ بدعمل اقوام کو مٹانے میں نہایت بے نیاز واقع ہوا ہے ...... لیکن اس کج فہم قوم کا کج دماغ ملّا ہر روز مغفرت، شفاعت اور تسبیح و تہلیل کے وہ سہ آتشہ جام قوم کو پلاتا ہے کہ اسے ہوش معلوم ؎

وہ فریب خوردہ شاہیں جو پلا ہو کرگسوں میں
اسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسم شاہبازی" ص ۱۸۲

" ومن آیاته الجوار فی البحر کالاعلام کم کوشش کا یہ مسلمان ان آیات سے غافل ہو کر بیٹھ رہا ہے۔ سلطان ابن سعود کے پاس بندرگاہیں تو ہیں۔ لیکن ایک کشتی تک کہیں نظر نہیں آتی۔ خلیج فارس میں ایرانیوں کا کوئی ٹوٹا ہوا جہاز بھی نہیں ملتا۔ بحیرۂ روم و قلزم میں مصریوں کی کوئی دخانی کشتی تک دکھائی نہیں دیتی۔ انصاف فرمایئے کہ جو نااہل اقوام کو جو دانت کے بدلے دانت نہیں توڑ سکتیں، زندہ رہنے کا کوئی حق حاصل ہے"؟ ص ۱۸۲

" اللہ نے ہمیں قوت و ہیبت کا بار بار درس دیا تھا ...... لیکن ہم ان اسباق کو بھول گئے۔ اور یہ سمجھ بیٹھے کہ دنیا کا سب سے بڑا عمل دو نفل ہیں۔ سب سے بڑا جہاد مسجد کے تاریک گوشے میں اللہ کی گردان ہے۔ اور ان معادن و مخازن ارضی کا استعمال نہ تو مستحب ہے اور نہ مستحسن، بلکہ خلاف اسلام ہے۔ متاع غرور ہے۔ فانی ہے۔ یہ ہے۔ وہ ہے۔ دیکھا آپ نے کہ اس متاع غرور کے ترک سے ہم کیوں کر تباہ ہوئے۔ اور ہماری شوکت کی لذیذ داستان کس طرح افسانہ بن کر رہ گئی" ص ۱۸۳/۱۸۴

—— (باقی آئندہ) ——

# افکار و آراء

## کیا مسلمان ہونا جرم ہے؟

### اخبار "پرتاپ" کو معاصر "ملاپ" کا جواب

ذیل کا اداریہ معاصر "ملاپ" کی اشاعت مورخہ ۶ اگست ۱۹۵۲ء میں شائع ہوا ہے۔ (ایڈیٹر)

آج ایک اخبار میں ذیل کی سطور پڑھ کر میں چونک اٹھا:۔

"ہندوستان کے مسلمان ...... ہندوستان کے وفادار ہیں اور نہ ہو سکتے ہیں۔ ان کی زبان سے کچھ کہلوا لو۔ اپنی جائداد کی حفاظت کے لئے وہ کہہ بھی دیں گے۔ لیکن دل سے وہ پاکستان کے ساتھ ہیں۔ ان کے لئے مذہب اول اور آخر ہے۔ ان کے نزدیک وطن کا درجہ مذہب سے اُتر کر ہے ...... اپنے مذہب سے باقی ہندو کانگرسی مسلمانوں کے دلی جذبات کو کیا جانیں۔ سمجھ لو اور ہمیشہ کے لئے سمجھ لو کہ مسلمان ہندوستان کا نہیں ہو سکتا۔ مسلمان مذہب پر وطن کو ترجیح نہیں دے سکتا ......"

کتنا بڑا فتویٰ ہے یہ؟ کتنی بڑی خطرناک بات اس کا مطلب یہ کہ ہندوستان میں مسلمان ہونا جرم ہے۔ کیونکہ متذکرہ بالا سطور کو لکھنے والے صاحب کے خیال میں "ہندوستان کے مسلمان ہندوستان کے وفادار ہیں نہ ہو سکتے ہیں"۔ مسلمان کچھ کرے یا نہ کرے۔ محض اس کا مسلمان ہونا ہی اسے اپنے وطن کا غدار بنا دیتا ہے۔

لیکن یہ خیال کیا درست ہے؟ کیا واقعی مسلمان کے لئے مذہب کا درجہ وطن سے زیادہ ہے؟ کیا مسلمانوں میں کوئی بھی دیش بھگت نہیں ہے؟ کیا مسلمانوں میں کوئی بھی ایسا نہیں ہوا جس نے وطن کے لئے قربانی دی ہو۔ اپنے وطن کو مذہب سے برتر مانا ہو؟ افغانستان کے لوگ بھی مسلمان ہیں۔ ایران، عرب، لبنان، ترکی اور مصر کے بھی۔ کیا ان دیشوں میں رہنے والے لوگ دیش بھگت نہیں ہیں؟ مندرجہ بالا لکھنے والا اگر ان دیشوں میں جا کر دیکھ سکیں تو انھیں معلوم ہو کہ ملکوں کے لوگ اپنے مذہب سے محبت کرتے ہوئے بھی اپنے دیش سے محبت کرتے ہیں۔ شدت اسی کرتے ہیں۔ حقیقی کہ متذکرہ بالا سطور کے محرر کے سینے بھی کبھی جاگی نہیں

پختونستان کے لوگ مسلمان ہیں۔ پاکستان کے بھی مسلمان ہیں۔ اس کے باوجود پختونستان پاکستان سے اگر آزادی چاہتا ہے تو مذہب کی وجہ سے نہیں۔ جذبۂ وطنیت کی وجہ سے۔ افغانی اور ایرانی دونوں مسلمان ہیں۔ لیکن دونوں میں سے کوئی بھی دوسرے کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ اس کے وطن کو غلام بنانے کی کوشش کرے۔ ترکی کے لوگ مذہباً مسلمان ہیں۔ اس کے باوجود مسلمان عربوں نے ان کے خلاف بغاوت کی۔ کیونکہ وہ اپنے دیش کو ترکوں کی غلامی سے نجات دلانا چاہتے تھے۔ مصر کے لوگ مسلمان ہیں۔ اس کے باوجود ان کی دوستی ہندوستان اور امریکہ کے ساتھ ہے۔ کیونکہ ان کے وطن کا بھلا اس دوستی میں ہے۔ کسی ہم مذہب ملک پر وہ بھروسہ کرنا نہیں چاہتے۔ روسی ترکستان۔ روسی تاشقند۔ روسی آذربائیجان اور روسی کاکیشیا میں کروڑوں مسلمان رہتے ہیں۔ روس کی حکومت شرعی حکومت نہیں ہے مسلم حکومت نہیں ہے۔ مذہب سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اس کے باوجود ان مسلمانوں نے کبھی ایک بار بھی کوشش نہیں کی۔ کہ اس کے خلاف بغاوت کریں۔ اور ان نواحی ملکوں سے مل جائیں جہاں خالص مسلمان راج موجود ہے۔ ان سب باتوں کو دیکھنے کے بعد بھی اگر کوئی کہے کہ مسلمان کے لئے مذہب اول اور آخر ہے اس کے لئے وطن کا درجہ مذہب سے اُتر کر ہے، یا وہ مذہب پر وطن کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ تو کہنا چاہیئے کہ اس سے زیادہ بڑا، زیادہ شرمناک اور زیادہ کمینہ جھوٹ اور بولا نہیں جا سکتا۔ یہ لوگ اپنے گھر کی چار دیواری سے نکلتے نہیں باہر جا کر نہیں دنیا کو دیکھتے نہیں۔ گھر میں بیٹھ کر دنیا کے متعلق فتوے دیئے جاتے ہیں۔ اور اس دھوم دھام کے ساتھ دیئے جاتے ہیں۔ کہ ساری دنیا احمقوں اور بے وقوفوں سے بھرپور ہے۔ جو کچھ یہ کہہ دیں گے وہی سچ مان لیا جائے گا۔

اگر مسلمان کے لئے مذہب سے بڑھ کر اور کوئی بات نہ ہوتی تو اب تک وہ "پان اسلامک اسٹیٹ" بن چکی ہوتی جس کے لئے برطانوی رجعت پسند اپنے پاکستانی ایجنٹوں کے ذریعہ کوشش کرتے رہے۔ یہ کوشش اگر کامیاب نہیں ہوئی تو اس لئے نہیں کہ دہلی کا کوئی اخبار یا ہندوستان کی کوئی سوسائیٹی اس کے خلاف تھی۔ بلکہ اس لئے کہ افغانستان سے لے کر مصر اور ترکی تک کے دیش اس کے خلاف تھے واضح طور پر انہوں نے پاکستانی لیڈروں کو کہہ دیا سیاست کے ساتھ مذہب کا کوئی تعلق نہیں۔ مذہبی مفاد پر وطنی مفاد کو ہم قربان نہیں کر سکتے" انھیں دیشوں میں پاکستانی ایجنٹ اس نیت سے گھومتے رہے کہ کشمیر کے معاملہ میں "اسلامی ممالک سے اسلامی امداد حاصل کریں"۔ یہ امداد انھیں ملی نہیں۔ ایک بھی اسلامی ملک نے سرکاری طور پر پاکستانی مطالبہ کی حمایت نہیں کی۔ لیکن یہ سب کچھ تو متذکرہ بالا سطور کے محرر کو دکھائی نہیں دیا۔ اس کی طرف سے اس نے آنکھیں بند کریں۔ اور ایک فتویٰ دے دیا۔ کہ "مسلمان مذہب پر وطن کو ترجیح نہیں دے سکتا"۔

ان سطور کے محرر کہہ سکتے ہیں۔ کہ "میں نے جو کچھ لکھا وہ ایران، افغانستان، مصر اور ترکی کے مسلمان کے لئے نہیں۔ صرف ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے ہے۔ صرف ہندوستان کے مسلمان غدار ہیں"۔ لیکن اگر وہ آنکھیں کھول کر دیکھ سکیں تو انھیں معلوم ہو کہ ہندوستانی مسلمانوں کے متعلق بھی ایسی بات کہنا اتنا بڑا اور اتنا شرمناک جھوٹ ہے کہ اس کی بیابری نہیں ہو سکتی۔

ہندوستان میں رہنے والا ہر مسلمان وطن پرست ہے۔ ایسی بات کوئی نہیں کہہ سکتا بعینہ ویسے ہی جیسے کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہندوستان میں رہنے والا ہر آریہ سماجی۔ ہر سناتن دھرمی۔ ہر برہمو سماجی، ہر سکھ، ہر جینی اور ہر بودھ وطن پرست ہے۔ وطن پرستی کسی خاص مذہب کی اجارہ داری ہے نہیں۔ وطن پرستی صرف یہ نہیں کہ ہم منہ سے بڑی بڑی باتیں کہتے رہیں۔ بلکہ یہ بھی ہے کہ ہم اپنے ملک کے مفاد کے خلاف کوئی بات نہ کریں۔ جو آدمی ملک میں بلیک مارکیٹ کرتا ہے کھانے پینے کی چیزوں میں ملاوٹ کر کے دیش واسیوں کی صحت کو برباد کرتا ہے۔ ملک میں رہنے والے مختلف لوگوں کے درمیان خلیج حائل کر کے بے چینی پیدا کرتا ہے۔ رشوت لیتا ہے۔ یا اسی قسم کے دوسرے کام کرتا ہے تو یقینی طور پر وہ ملک کا غدار ہے۔ وطن پرستی سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے؟ ۔ اور میں ان صاحب کو چیلنج دیتا ہوں کہ وہ تحقیق کر کے دیکھیں انھیں معلوم ہوگا کہ ان سب باتوں کے کرنے والے مسلمان کم ہیں دوسرے زیادہ ہیں۔ ایک آدمی کا محض کسی خاص مذہب سے منسلک ہو جانا اسے وطن پرست نہیں بنا دیتا غدار بھی نہیں بنا دیتا۔ پھر ایسی لغو اور بیہودہ باتیں لکھ لکھ کر انتشار پیدا کیوں کریں؟ ایک مذہب میں وشواس رکھنے والوں کو گنہگار اور سزاوار کیوں سمجھ لیں؟

کتنے ہی ہندو چوری کرتے ہیں۔ آریہ سماج کے ایک بہت بڑے پنڈت صاحب پر دہلی میں چار سو بیس کا مقدمہ چل رہا ہے۔ کتنے ہی سکھ قتل کے جرم میں پکڑے جاتے ہیں۔ کیا اس سے یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ سب کے سب ہندو چور ہیں۔ سب کے سب آریہ سماجی دھوکے باز ہیں۔ سب کے سب سکھ قاتل ہیں۔ ایسی لغو اور بیہودہ بات کہنے کا فائدہ کیا ہے؟ مسلمانوں میں بھی لوگ وطن پرست نہیں ہیں۔ یہ میں مانتا ہوں۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ مسلمانوں کو بحیثیت ایک مذہبی فرقہ کے غدار کہہ دیا جائے۔ اس سے زیادہ بڑا جھوٹ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اس سے ملک کا کوئی فائدہ ہو نہیں سکتا۔ الٹا نقصان ہے۔ مسلمانوں میں اچھے لوگ بھی ہیں۔ یہ ہم کیوں نہیں دیکھ سکتے۔ کاکوری کیس کے اشفاق اللہ سے زیادہ کون وطن پرست تھا۔ ایسا تو مجھے یاد نہیں آتا۔ پنجاب کے عبد اللہ صفدر ان دنوں انگریز کے خلاف جد و جہد کر رہے تھے۔ جب اپنے آپ کو آریہ سماجی اور سناتن دھرمی کہنے والے کتنے ہی ہندو بڑے بڑے خطاب حاصل کر کے انگریزوں کا ساتھ دے رہے تھے۔ سان فرانسسکو میں جن ہندوستانیوں نے اپنے ملک کو آزاد کرانے کے لئے غدر پارٹی کی بنیاد رکھی۔ اور اپنا سب کچھ جد و جہد آزادی میں سواہا کر دیا ان میں سے کتنے ہی مسلمان تھے۔ آج بھی بھارت سرکار کے جس وزیر نے ملک کو سب سے بڑے مسئلے یعنی خوراک کو حل کیا وہ مسلمان ہے۔ شری رفیع احمد قدوائی کے وطن پرستانہ تدبر سے ملک کا اربوں روپیہ بدیشوں میں جانے سے بچ گیا۔

مسٹر منشی کی طرح انہوں نے شاعری نہیں کی۔ ناولیں نہیں لکھے۔ افسانے نہیں تراشے، کام کیا اور کر کے دکھا دیا۔ وطن پرستی یہ ہے کہ اپنے اخبار کے چند پرچے بیچنے کے لئے سب مسلمانوں کو غدار کہنے چلے جانا۔ مجھے افسوس ہے کہ یہ مضمون مجھے لکھنا پڑا۔ لیکن ہمارے ملک میں ایک غلط رجحان ایک غلط نقطۂ نظر پیدا کر دیا گیا ہے۔ اس کے خلاف ہمیں لڑنا ہے۔ اس نقطۂ نظر کو بدل دینا ہے۔ جس کے بغیر ملک کا بھلا ہوگا نہیں۔

متذکرہ بالا سطور کے لکھنے والے نے جس آدھار پر یہ کہا کہ "مسلمان ہندوستان کے وفادار ہیں نہ ہو سکتے ہیں" وہ ایک تقریر ہے جو کسی محمد بشیر نے ۲۴ جولائی کو جامع مسجد علیگڑھ کی سیڑھیوں پر کھڑے ہو کر کی اس تقریر کا اقتباس میں نے اسی اخبار میں پڑھا جس میں متذکرہ بالا سطور لکھی گئی ہیں۔ محمد بشیر کون ہے۔ یہ میں جانتا نہیں لیکن اگر اس اخبار میں دیا گیا۔ اس کی تقریر کا اقتباس درست ہے تو کہنا چاہیئے۔ کہ اس بدنصیب آدمی سے بڑھ کر ہندوستانی مسلمانوں کا دشمن اور کوئی ہو نہیں سکتا۔ اپنی تقریر میں اس اقتباس کے مطابق اس نے کہا۔ "اگر ہندوستان کسی غیر ملک کے ساتھ جنگ چھیڑتا ہے (باقی صفحہ ۱۰ کالم ۳ کے نیچے)

# چودھویں صدی کے مولوی

از مکرم سید ارشد علی صاحب لکھنؤ

دنیا کی پیدائش سے اب تک خدا تعالےٰ کا یہ اٹل قانون ہے۔ کہ جب دنیا میں عالمگیر خرابی پیدا ہوتی ہے۔ اور عوام کے علاوہ رہنمایان مذاہب کے دلوں سے خدا تعالےٰ کا خوف اس طرح نکل جائے۔ جیسے کبوتر گھونسلے سے پرواز کر جاتا ہے۔ تو ایسے بدترین ایام میں دنیا کی اصلاح کے لئے خدا تعالےٰ اپنا کوئی مامور مبعوث فرماتا ہے۔ آج دنیا خدا فراموشی اور بداعمالی کے اعتبار سے قابل ستائش دنیا نہیں۔ بلکہ ایک قابلِ نفرت جگہ بن گئی ہے۔ جس پر منافقت اور شرمناک اعمال نے بری طرح اپنا قبضہ کر لیا ہے کیا ایسے بُرے ایام میں دنیا کو کسی مصلح ربانی کی ضرورت نہیں؟ آج سے تیرہ چودہ سال پہلے حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ چودھویں صدی میں میری اُمت کے علماء آسمان کے نیچے بدترین خلائق ہوں گے

اس حدیث کی صداقت پر ہم ایک مولوی صاحب کے متعلق اخبار سیاست میں ایک شائع شدہ نوٹ ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ جس سے اس صدی کے علماء کی حالت کا اندازہ ناظرین کو آسانی سے ہو سکتا ہے۔ اس المناک تحریر کے بعد کیا ہمارے مسلمان بھائیوں کو اس بات کی ضرورت نہیں کہ وہ حدیث کے دوسرے حصہ پر بھی غور فرمائیں۔ جس میں یہ لکھا ہے۔ کہ جب میری اُمت کے علماء بگڑ جائیں گے تو ان کی اور تمام اُمت مسلمہ کی اصلاح کے لئے مسیح موعود آئے گا جو اسلام کی عظمت اور مسلمانوں کے تقویٰ اور خدا ترسی پیدا کرے گا

اخبار سیاست کا نوٹ :-

## مشاہدات

جو زندگی میں ہمیشہ یاد رہتے ہیں۔

## "پردہ اور مولوی"

ایک دن ایک مولوی صاحب وعظ فرما رہے تھے۔ تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ جو کچھ فرما رہے ہیں اُس کے بذات خود عامل ہیں۔ لیکن یہی مولوی صاحب پردے سے متعلق جب لمبے چوڑے وعظ کہہ کر اپنے گھر تشریف لے جاتے ہیں۔ تھوڑے سے ہی دیر بعد ان کی صاحبزادیاں کالج سے برقعے کی قید سے آزاد گلے میں دوپٹہ ڈالے فخریہ انداز سے اکڑاتی ہوئی گھر میں داخل ہوتی ہیں۔ اور بڑی صاحبزادی فخر کے لہجہ میں کہتی ہیں۔ ابا جان! آج کالج میں ڈرامہ کی ہیروئن کا پارٹ ادا کرنے پر مجمع نے میری اداکاری کی بڑی داد دی۔ یہ سنتے ہی مولوی صاحب کے نورانی چہرہ پر نور کی جھلک نظر آئی اور جسے دیکھ کر ابلیس بھی شاید مسکرا اُٹھا ہو۔

قدسیہ غالب ملیح آبادی لکھنؤ

جبکہ موجودہ علماء اسلام کی اکثریت کے بگڑنے سے ہمارے دل رنجور اور کبیدہ ہیں۔ اور اس سے اسلام اور مسلمانوں کی ذلت اور تنزل ہو رہا ہے - لیکن اس سے بھی زیادہ افسوسناک یہ ہے کہ مسلمان اس آسمانی آواز کو قبول کرنے سے بھی غافل ہیں جو ان کو اس ذلت اور تنزل کو دور کرنے کے لئے آسمان سے بلند ہوئی۔ کاش! مسلمان اب بھی خواب غفلت سے بیدار ہوں اور کم از کم اس قدر نقصان کے بعد مزید نقصان سے بچنے کی تدبیر کریں۔

## بقیہ صفحہ نمبر ۹

تو ضروری نہیں کہ ہم اس کے ساتھ ہو کر اس ملک سے الگ ہوں ہم ہندوستان کے ساتھ رہیں یا نہ رہیں اس کا فیصلہ بھی وقت پر ہوگا۔ اگر ہم دیکھیں گے کہ ہندوستان نے ایک جائز طور پر لڑائی چھیڑی ہے تو ہم اس کا ساتھ دیں گے۔ ورنہ نہیں۔ اس تقریر کا مطلب ہے اسے سمجھنا مشکل نہیں۔ اتنی خطرناک، اتنی شرمناک بات ہمارے دیش میں کھلے عام کہی جا سکتی ہے یہ سوچنا بھی کٹھن ہے۔ لیکن ایک طرف یہ بات کہی جا سکتی ہے۔ یہ سوچنا بھی کٹھن ہے۔ لیکن اگر طرف یہ بات کہی جا رہی ہے دوسری طرف اعلان کیا جا رہا ہے کہ "مسلمان ہندوستان کے وفادار نہیں ہو سکتے ہیں" حکومت دونوں کو سنتی ہے اور ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی ہے یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ حکومت کے دل میں آخر کیا ہے؟ ملک کے عوام کی اکثریت سادہ لوح اور جذباتی ہے کیوں یہ اجازت دی جا رہی ہے۔ کہ خود غرض لوگ ان سیدھے سادے عوام کو زہر کھلاتے چلے جائیں؟ کیوں اس بات کا انتظام کیا جا رہا ہے کہ ملک میں آگ لگ اُٹھے جو زندگی کی گیت کو بچا لے گی تب تک جب تک جا چکی۔ خون کی ندیاں جب بہتے کھیتوں کی تب کے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ جاگنے کا وقت اب ہے اپنے زمین کو بچانو تو اسے بیدار کر دیا۔ چند خود غرض لوگوں کو یہ اجازت مت دو کہ وہ عوام کو زہر دیتے رہیں اور ان کے مستقبل کو تاریک کر دیں۔ ... دیش کو آگے بڑھنے سے بہت اوپر ہو اُٹھتا ہے۔ اس دیش میں وہ سب کچھ ہے۔ جو اسے دنیا کا عظیم ترین ملک بنا سکتا ہے۔ اگر اندھیر یا ہے والوں کا علاج نہ کیا گیا۔ تو دیش کا خواب کبھی پورا نہ ہوگا۔ ہم بیہودہ اور وحشی ہی کو رہتے ہیں۔ آزادی بھی باقی نہیں رہے گی۔ (تیج)

# جلسہ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جماعتہائے احمدیہ حیدرآباد و سکندرآباد دکن

بموجب ہدایات مرکز ۱۳ر جون ۵۲ء کو بمقام احمدیہ جوبلی ہال واقع چمن افضل گنج سیرۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم کے جلسہ کا انعقاد بعد نماز مغرب عمل میں آیا

قرآن کریم کی تلاوت و نظم حضرت مسیح موعود علیہ السلام سنانے کے بعد اوّلاً حضرت مولوی سید بشارت احمد صاحب امیر جماعت صدر جلسہ نے اغراض و مقاصد جلسہ بیان فرمائے۔ ازاں بعد مکرم مولوی فضل الدین صاحب مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو محسن اعظم کی حیثیت سے بہت دلکش پیرایہ میں پیش کیا۔ اس کے بعد مکرم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فاضل وکیل یادگیر نے اسلام کی ہمہ گیر تعلیم کے عنوان پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ جس کو بہت پسند کیا گیا۔ اس کے بعد سردار سیوک سنگھ صاحب بی۔ ایس۔ سی۔ ایل۔ ایل بی وکیل ہائی کورٹ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور آپ کے ایثار و قربانی کی بڑی اعلےٰ مثالیں پیش کیں۔ ایک غیر مسلم معزز وکیل کی جانب سے بانی اسلام کے متعلق انتہائی عقیدت کے جذبات بہت دلآویز دکھائی دے رہے تھے۔ اس کے بعد مکرم مولوی محمد الدین صاحب فاضل رئیس المبلغین جماعت احمدیہ حیدرآباد نے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے قابل تقلید نمونہ و اسوۂ حسنہ کے متعلق جو حالات زمانۂ حال سے گہرا تعلق رکھتے تھے۔ بہت حسین پیرایہ میں پیش کئے۔ پھر ایک اور غیر مسلم دیوی سروجنی نائیڈو جو کانگریس کی ایک سرگرم کارکن ہیں۔ اور اچھوت اقوام کی زبردست لیڈر ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عورتوں پر احسانات کے بہت عمدہ پیرایہ میں اظہار خیال کیا۔ اگرچہ وہ اردو اچھی طرح نہیں بول سکتی تھیں۔ لیکن اُن کے عقیدت مندانہ جذبات سے سامعین بہت متاثر تھے۔

ایک اور غیر مسلم ایڈوکیٹ مسٹر بی۔ ایس۔ دوبے صاحب بھی مدعو کئے گئے تھے۔ لیکن موصوف کے جلسہ پر آنے کے وقت شدید بارش شروع ہو گئی جس کی وجہ سے وہ تشریف نہ لا سکے جس کے متعلق انہوں نے معذرت کر لی۔

اس جلسہ کی اطلاع مرکز سے صرف دو یوم پہلے بذریعہ اخبار بدر ملی باوجود تنگی وقت حضرت امیر جماعت حیدرآباد نے بڑی سرگرمی سے اخبارات مقامی میں جلسہ کے اعلانات شائع کروائے اور غیر مسلم تائدین ملک کے مکانات پر جا کر خصوصیت سے دعوت دی تھی۔ چنانچہ ہر دو مقررین نے حضرت امیر جماعت کی آپ کے پاس آمد اور ان کی دعوت و اصرار پر اپنی آمد کے متعلق قیمتی خیالات ظاہر فرمائے۔ باوجود شدت بارش کے پھر بھی تعداد کافی تھی۔

خاکسار محمد عبد القادر صدیقی سیکرٹری تبلیغ حیدرآباد دکن

# زکوٰۃ

۱۔ زکوٰۃ اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ہے کسی قسم کا کوئی چندہ زکوٰۃ کے قائم مقام نہیں ہو سکتا۔
۲۔ زکوٰۃ کا تارک اسی طرح خدا تعالےٰ کے نزدیک قابل مواخذہ ہے جس طرح کہ ایک نماز کا تارک۔
۳۔ زکوٰۃ مومن کے مال کو پاک کرنے اور اس میں برکت ڈالنے کا ایک ذریعہ ہے
۴۔ اپنے طور پر زکوٰۃ کا خرچ کرنا شرعاً ناجائز ہے۔
۵۔ زکوٰۃ خلیفہ وقت کے پاس آنی چاہیئے۔ حضور کی اجازت کے بغیر خرچ نہیں ہو سکتی۔
۶۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے زکوٰۃ کی وصولی کا کام نظارت بیت المال کے سپرد فرمایا ہے۔
۷۔ زکوٰۃ کے نصاب کی حد حسب ذیل ہے اور شرح چالیسواں حصہ ہے سونے کا نصاب ۷ تولہ ۵ ماشہ۔ چاندی کا نصاب ۵۲ تولہ ۶ ماشہ۔ ۸۔ ہر قسم کے سکوں کی زکوٰۃ چاندی کے نصاب کے مطابق ہوگی۔ اگر کسی کے پاس دولت اور جائیداد جنہیں زکوٰۃ کی ضرورت اور فرضیت کا پورا احساس کر کے اپنا جائزہ لیں تو خدا کے فضل سے بہتیرے دوست ایسے نکلیں گے جن پر کچھ نہ کچھ زکوٰۃ نکل سکتی ہے (ناظر بیت المال قادیان)

# تحریک درویش فنڈ میں وصولی ماہ جولائی ۱۹۵۳ء کی فہرست

جن احباب کی طرف سے ماہ جولائی میں درویش فنڈ کی رقوم خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں موصول ہوئی ہیں۔ ان کی اسمٰء وار فہرست ذیل میں بغرض دعا شائع کی جارہی ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

اس فنڈ کی ضرورت اور اہمیت کے متعلق پیشتر ازیں مختلف اوقات پر بذریعہ اخبار بدر اور انفرادی وجماعتی تحریکات توجہ دلائی جاچکی ہے۔ اور فنڈ کے بڑھانے کے متعلق حضرت اقدس کا ارشاد بھی جماعتوں تک پہنچایا جاچکا ہے۔

موجودہ آمد درویشان کے مستقل ماہوار ضروری اخراجات کے مقابل پر بہت کم ہے۔ اور اس میں ابھی بہت زیادہ اضافہ کی ضرورت ہے۔ بہت سے افراد ایسے بھی ہیں۔ جنہوں نے ماہوار وعدے مرکز میں بھجوائے تھے۔ مگر ان کی طرف سے ادائیگی میں باقاعدگی اختیار نہیں کی جارہی

ایسے احباب کو چاہیئے کہ اپنے وعدوں کی ادائیگی کی طرف فوری متوجہ ہوں اور جو دوست تاحال کسی وجہ سے وعدہ نہ کر سکے ہوں۔ وہ اپنے وعدے بھجوائیں اور ایسے افراد جو اپنے حالات کے مطابق ہر ماہ ادائیگی سے معذور ہوں۔ ان کو چاہیئے کہ وقتاً فوقتاً یا المقطعہ اس فنڈ میں کچھ نہ کچھ ادا کر کے اس تحریک کے ثواب میں شریک ہونے کی سعادت حاصل کریں۔

(ناظر بیت المال قادیان)

## فہرست وصولی درویش فنڈ ماہ جولائی ۱۹۵۳ء

| نمبر شمار | نام معطی | رقم | نمبر شمار | نام معطی | رقم |
|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | ڈاکٹر محمد سعید صاحب جے پور | ۲۵/-/- | ۱۰ | عطاء الرحمٰن صاحب موسیٰ بنی مائینز | -/۸/- |
| ۲ | ڈاکٹر محمد لطیف صاحب " | ۲۰/-/- | ۱۱ | یعقوب الرحمٰن صاحب | ۱۰/-/- |
| ۳ | جماعت حیدرآباد بلا تفصیل | ۳۱/۴/- | ۱۲ | مولوی فضل الٰہی بشیر نیروبی | ۶/۱۰/- |
| ۴ | ماسٹر قمر علی احمد سنبھلپور | ۵/-/- | ۱۳ | شیخ عبد اکیرنگ | ۲/-/- |
| ۵ | شہزاد خاں موسیٰ بنی مائینز | ۲/-/- | ۱۴ | تسنیم احمد صاحب آڑہ | ۱۵/-/- |
| ۶ | جماعت کرڈاپلی بلا تفصیل | ۵/۸/- | ۱۵ | فیروز الدین صاحب جموں | ۱/-/- |
| ۷ | عرفان خاں کیرنگ | ۲/-/- | ۱۶ | ڈاکٹر محمد سعید جے پور | ۲۰/-/- |
| ۸ | محمد ابراہیم صاحب برہ پورہ | ۲۴/۸/- | ۱۷ | ڈاکٹر محمد لطیف صاحب " | ۲۰/-/- |
| ۹ | مولوی سمیع اللہ صاحب موسیٰ بنی مائینز | ۱/-/- | | میزان | ۱۹۱-۶-۰ |

# فرائض سیکرٹریان تعلیم و تربیت

نظارت ہذا کی طرف سے یہ اعلان کیا گیا تھا۔ کہ آئندہ اخبار بدر میں فرائض سیکرٹریان تعلیم و تربیت قسط وار شائع کئے جایا کریں گے۔ لیکن امسال بجٹ کے موقعہ پر یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ یہ رسالہ طبع کرا کر جماعتوں کو بھجوا دیا جائے۔ اب یہ زیر طبع ہے جس کی وجہ سے اس کی دوسری قسط بدر میں شائع نہیں کی گئی احباب مطلع رہیں۔

۲۔ سیکرٹریان تعلیم و تربیت باقاعدہ ماہوار رپورٹ تعلیم و تربیت بھجوایا کریں باوجود بار بار توجہ دلانے کے کوئی توجہ نہیں کی گئی۔

۳۔ نظارت ہذا کی طرف سے درجہ حفاظ کے اجراء کی تحریک کی گئی ہے۔ اس سلسلہ میں فی الحال کوئی درخواست موصول نہیں ہوئی۔ اسی طرح مدرسہ احمدیہ کے اجراء کی تحریک بھی کی گئی ہے۔ اس سلسلہ میں چند ایک درخواستیں موصول ہوئی ہیں۔ احباب کو اس طرف بھی زیادہ توجہ دے کر نظارت ہذا کے ساتھ تعاون کرنا چاہیئے۔

۴۔ ۲۳ راگست ۱۹۵۳ء سے ۳۰ راگست تک تعلیمی ہفتہ منایا جارہا ہے۔ دوست اس ہفتہ میں نماز کا ترجمہ سیکھیں اور سیکرٹریان تعلیم و تربیت جائزہ لے کر نظارت ہذا میں رپورٹ ارسال کریں۔

ناظر بیت المال انجمن احمدیہ قادیان

# عید الاضحیٰ کے موقعہ پر قادیان میں قربانیاں

از جناب امیر مقامی قادیان

احباب جماعت ہندوستان و پاکستان کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ عید الاضحیٰ کے موقعہ پر قادیان میں قربانیاں کرنے کا انتظام حسب سابق کیا جائے گا۔ جو دوست اس موقعہ سے فائدہ اُٹھانا چاہیں وہ مبلغ -/۳۰ روپیہ فی قربانی دفتر محاسب صدر انجمن قادیان ارسال فرما دیں۔ ان کی طرف سے انشاء اللہ تعالیٰ قربانی کا انتظام کر دیا جائے گا۔

اس طرح قربانی سے نہ صرف یہ کہ دوستوں کو ثواب کا زیادہ موقعہ ملے گا بلکہ قادیان میں مقیم درویشوں کو بھی آرام و سہولت رہے گی۔

# ضروری اعلان

## قابل توجہ جماعتہائے احمدیہ علاقہ کشمیر

ماہ فروری ۱۹۵۳ء میں مکرم راجہ محمد ایوب صاحب پنشنر قاضی نگوپاڑی پورہ کو عارضی طور پر آنریری انسپکٹر بیت المال برائے علاقہ کشمیر مقرر کیا گیا تھا۔ چونکہ ان کے عارضی تقرر کا عرصہ ختم ہوچکا ہے۔ لہٰذا جماعتیں مطلع رہیں۔ کہ یکم راگست ۱۹۵۳ء سے مکرم راجہ صاحب موصوف کو اس کام سے فارغ کر دیا گیا ہے اب وہ انسپکٹر بیت المال نہیں ہیں۔

(ناظر بیت المال قادیان)

## دینی سوالات اور ان کے جوابات (انگریزی)

پر

## معزز رسالہ الفرقان کا تبصرہ

"یہ پچاس صفحات کا نہایت دلچسپ رسالہ ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی ہستی سے لے کر تحریک احمدیت تک کے بارے میں مختلف سوالات کے دلچسپ جوابات دیئے گئے ہیں۔ موجودہ زمانہ میں پیدا ہونے والے تمام سوالوں کا ایسے دلکش پیرایہ میں جواب دیا گیا ہے۔ کہ رسالہ ختم کئے بغیر چھوڑ نہیں سکتا۔" کارڈ آنے پر

## مفت

پتہ: عبد اللہ الہ دین۔ سکندر آباد۔ دکن

# اعلان

"میرے چھوٹے چچا جناب سید حمید الدین صاحب ایم۔ بی [illegible] ترقی کے لئے لڑ رہے ہیں۔ ابھی حال ہی میں ان کے افسروں نے کچھ زیادتی ان کے ساتھ کی ہے [illegible] سبب سے معاملہ ایک انکوائری کمیٹی میں پیش ہے۔ لہٰذا تفکرات کے ہجوم سے ان پر BLOOD PRESSURE کا حملہ ہوا ہے۔ نیز دل کی دھڑکن بھی بڑھ گئی ہے۔ اس وقت انہیں ڈاکٹری مشورہ کی بنا پر [illegible] ہسپتال میں داخل کرا دیا گیا ہے۔ اگرچہ حالت مخدوش نہیں پھر بھی جماعت کے احباب سے عموماً اور صحابہ کرام [illegible] خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خصوصاً دلی التجا ہے کہ وہ درد دل سے صاحب موصوف کی صحت یابی و ملازمت میں ترقی کے لئے دعا کر کے ہم سب کو ممنون و مشکور فرما دیں۔

خاکسار سید [illegible] الدین احمد

## نیا اور پرانا کلچر بقیہ صـ ۱

یعنی یونانی آئے۔ ساکا یعنی وسط ایشیا والے سیدین (SYCETHIAN) آئے۔ جو پہلے گئے ان کی تو بات دوسری ہے پر کافی رہ بھی گئے اور ان سب کو ہم نے اپنے دامن میں سمیٹ کر اپنا لیا۔ ان میں جو اچھی باتیں دکھائی دیں ان سے لے لیں۔ اپنی اچھی باتیں انہیں دے دیں۔ اس طرح خلط ملط ہونے میں ایک دوسرے کی بڑی باتیں اور کمزوریاں بھی دونوں میں در آئی ہونگی جب ایک اور انقلاب عظیم ہوا اور مسلمان یہاں آئے تب بھی ایسا ہی ہوا۔ ہر انقلاب کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ ایک تخریبی یعنی جنگ وجدال اور کشت و خون کا دوسرا تعمیری کہ جس سے نئے دور کی بنیادیں پڑتی ہیں۔ چھوٹے دماغ اور کوتاہ اندیش لوگ اپنی نگاہیں اونچی ہوتی ہیں اور جو دور اندیشی سے کام لیتے ہیں وہ تعمیری پہلو کو مدنظر رکھتے ہیں اور ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ جب مسلمان یہاں آئے تو کئی نسل تک اس انقلاب کا تخریبی دور پیش پیش رہا۔ لیکن اکبر اعظم کے زمانے سے تعمیری دور شروع ہوا۔ اکبر نے اشوک کے بعد پہلی مرتبہ متحدہ ہندوستان کا خواب دیکھا تھا اور اس کی دور اندیشی اور ہمت نے اس سہانے خواب کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش بلیغ کی۔ پراچین آریہ ورت کی سبھیتا یعنی تہذیب اور کلچر کا آفتاب نصف النہار سے گذر کر اب غروب ہو رہا تھا۔ اشوک چندر گپت۔ موریا۔ ہرش اور وکرماد تیہ کا دور عرصہ ہوا گزر چکا تھا۔ ہندوستان ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اپنی نااتفاقی سے چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹ گیا تھا۔ دور اندیشی اور رواداری اب دور دور دکھائی نہیں دیتی تھی۔

اکبر نے پہلی مرتبہ اس زمانے میں متحدہ ہندوستان کی بنیاد رکھی۔ ہندو مسلمان دونوں کو ایک دھاگے میں پرونے کی عملی کوشش کی۔ رواداری اس کا مسلک بلکہ عقیدہ تھا۔ ہندوؤں کی سبھیتا کو سمجھنے کے لئے اس نے ان کے شاستروں اور دوسری علمی کتابوں کے فارسی ترجمے کرائے۔ برج بھاشا کی پنڈتوں اور کویوں کی اس کے دربار میں بڑی آؤ بھگت ہوئی۔ دین الٰہی کہ جس کا مقصد سب مذہبوں کی اچھی باتوں اور اصولوں کا یکجا کرنا تھا، کی بنیاد ڈالی۔ ہندوؤں سے شادی بیاہ کا ناتا اور رشتہ جوڑا۔ وہ اپنی ہندو رانیوں کی ریت اور تہواروں میں شریک ہوتا تھا۔ اس نے گوشت کھانا قریب قریب چھوڑ دیا تھا۔ سلطنت کی عمارت کو اس طرح مضبوط کیا تھا کہ اس کے مشیروں میں راجپوت

اور مسلمان برابر کا درجہ رکھتے تھے۔ اس کے امراء میں بھگوان داس اور اس کے بھتیجے مان سنگھ، راجہ ٹوڈرمل اور بیربل کے نام فیضی اور ابوالفضل کے نام کے ساتھ آج تک لئے جاتے ہیں۔ مان سنگھ بنگال اور بعد میں کابل کا صوبہ دار یا گورنر ہوا۔ راجہ ٹوڈرمل نے بندوبست زمینداری کا جو ضابطہ یا طریقہ ایجاد کیا تھا۔ اس کی آج تک پیروی ہو رہی ہے۔ اس نے ہندوؤں کی بری رسموں کا بھی انسداد کیا ستی کی رسم اس کے زمانے میں ممنوع ہوگئی تھی۔ بیواؤں کی شادیاں ہونے لگی تھیں۔ اور بچپن کی شادی کا رواج ترک کیا جا رہا تھا۔

## یک جہتی کا نتیجہ

یہ سب باتیں تو اکبر اعظم کے مسلک اور عقیدے کے نتیجے سے ظاہر ہوئیں۔ لیکن ہندو اور مسلمانوں کے یک جہتی، اتفاق اور میل جول سے ہندوؤں اور ہمارے دیس کو اور بھی بہت سے فائدے ہوئے، جہاں تک اس زمانے کے راجاؤں کے راج پاٹ کے طریقے اور جنگ آوری کے ساز وسامان کا تعلق ہے مسلمان ان سے برتر تھے۔ گولہ بارود، شیشہ آلات، موم بتی، کاغذ، گھوڑوں کا زنجیر یہ سب اس ملک میں مسلمانوں کے ذریعے سے آیا ہندو فن تاریخ سے بے پرواہ تھے۔ یہ ہم نے مسلمانوں سے سیکھا۔ ہندو اور مسلمانوں کے میل جول سے علم موسیقی میں بڑی ترقی ہوئی۔ جغرافیہ اور نجوم میں ترقی ہوئی۔ مسلمانوں نے یہاں اچھی سڑکیں۔ کاروان سرائیں۔ نہریں اور ڈاک خانے بنائے اور جاری کئے۔ باغبانی کو ترقی دی۔ ان کے ذریعے سے ہندوستان میں نئے پھل اور نئے پھول آئے۔ جہاز رانی کو ترقی دے کر غیر ملکوں سے اپنے ملک کی تجارت بڑھائی۔ غرض کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے میل جول سے اکبر، جہانگیر اور شاہجہان کے زمانے تک ہندوستان طرح طرح سے پھلتا پھولتا اور ترقی کرتا رہا۔

اکبر اور اس کے جانشینوں کے مسلک اور حکومت کے احکام و قواعد کے ذریعہ سے اونچے درجے کے مسلمان اور ہندوؤں کے اتفاق و یک جہتی سے جو فائدے اس زمانے میں ملک کو ہوئے ان سے قطع نظر کر کے اگر ہم اپنی نگاہیں اونچی اٹھاتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہندو مسلمانوں کے عوام الناس کے میل جول سے بھی ہم نے دماغی، اخلاقی اور روحانی سطح پر اونچی ترقی پائی تھی۔ یہ وشنو مت کے عروج کا زمانہ تھا۔ بھگتی مارگ کا ہندوؤں میں چرچا اور عقیدہ عام تھا۔ سورداس۔ تلسی داس اور میرابائی کا نام اس سلسلے میں آج تک زبان زد خاص و عام ہے۔ سنسکرت کو برطرف کر کے دیسی بھاشاؤں کے رواج اسی زمانے میں ہوئے انھیں سادھو سنتوں نے ذات پات کے بھید کا بھی کھنڈن کیا اور جو کام حکومت نہ کر سکی تھی۔ وہ ہندو سنتوں اور سادھوؤں اور مسلمان فقیروں اور قلندروں نے پورا کیا۔ ان میں تکارام، گورنگا، فقیر محمد، شیخ فرید، محمود نامی اور سورداس اور میرابائی کے نام آج تک لوگوں کی زبانوں پر ہیں۔ عقیدۂ حقانیت کا جو اثر ہندو مت پر اس زمانہ میں پڑا وہ اسلامی ایمان کے اثر کا نتیجہ تھا۔ کبیر اور نانک کے نام اس لحاظ سے ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ کبیر صاحب کے بارے میں تو آج تک یہ طے نہیں پایا کہ وہ ہندو تھے یا مسلمان۔ دونوں قومیں انھیں اپناتی ہیں نانک کے بارے میں اقبال نے کہا ہے:

> پھر اٹھی آخر صدا توحید کی پنجاب سے
> ہند کو اک مرد کامل نے جگایا خواب سے

ہندو سماج کے بعض حلقوں میں یہ خیال خام ہے کہ مسلمانوں کے اس ملک پر حملہ آور ہونے کے تخریبی دور میں جو ظلم و زیادتیاں ہندوؤں پر ہوئیں اور بعد میں ان کے میل جول سے ہماری عادتیں اور طریقے جو بدلے ان سے ہم نے اچھا اثر قبول نہیں کیا بلکہ مسلمانوں اور ہندوؤں کے میل جول سے ہندو کیریکٹر بجائے اونچا ہونے کے نیچے گر گیا جسٹس مہادیو گوبند راناڈے نے جو یقیناً اس ملک میں زمانہ حال کے سب سے زیادہ نامور مفکر اور ریفارمر تھے۔ اپنے اس ایڈریس میں جو پچاس برس ہوئے کہ انھوں نے اسی شہر لکھنؤ میں سوشل کانفرنس کے پلیٹ فارم سے دیا تھا کہا تھا کہ جس وقت مسلمان اس ملک پر حملہ آور ہوئے تو راجپوتوں کی فوج کی صفوں کی صفیں ان کے سامنے اس طرح تتربتر ہو کر بکھر گئیں کہ جس طرح آندھی میں خس و خاشاک اڑ جاتا ہے سلطنت مغلیہ کے دو صدی کے عہد کے بعد جب اس کا چراغ ٹمٹمانے لگا اور اس کا شیرازہ تتربتر ہونے لگا تو ہندوؤں نے تقریباً تمام ملک پر اپنا تسلط جما لیا اور ملک کو سنبھال لیا۔ سکھوں نے شمال میں راجپوتوں نے راجپوتانہ میں اور باقی ملک میں مرہٹوں نے اپنی آزاد حکومتیں قائم کر لیں۔ سوائے بنگالہ۔ اودھ۔ اور حیدرآباد کے تمام ملک پر ہندو اپنا سکہ جمائے ہوئے تھے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ دو صدی کے ہندو اور مسلمانوں کے میل جول نے ہندوؤں میں بھی رموز سلطنت کے وہی اطوار اور بل بوتے کی وہی کیفیت پیدا کر دی تھی جو مسلمانوں میں تھی۔ تاریخ شاہد ہے کہ ہندو مسلمانوں کے میل جول سے ہندوؤں کا کیریکٹر گرا نہیں بلکہ اونچا ہوا۔

**ولادتیں**:- ۱۔ عبدالغفور صاحب چاند آباد سرگودھا سابق درویش کے ہاں مورخہ ۲۵ کو لڑکا تولد ہوا۔

۲۔۳۔ غلام حبیب صاحب درویش قادیان کے ہاں مورخہ ۸/۵۲ کو لڑکی اور مرزا البشیر احمد صاحب درویش قادیان کے ہاں ۸/۵۲ کو لڑکا تولد ہوا۔ اللہ تعالیٰ نومولودین کو لمبی عمر عطا فرمائے اور والدین کے لئے قرۃ العین بنائے۔ آمین۔